شمارہ-89، رمضان-شوّال 1447ھ، مارچ-اپریل 2026ء

نصرة

اُس لشکر کی صفات کہ اللہ کی طرف سے جس کی مدد کی گئی-غزوہٗ بدر کی روشنی میں

جب کرپشن (بدعنوانی) نظامِ حکومت کا ایک آلہ بن جائے

مقبوضہ کشمیر سے ایک سچی پکار!

خلافت بلوچستان کے عوام کو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر یکجا کرے گی

رمضان اور عظمتوں کا حصول

نصرہ میگزین ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس کی شائع کردہ میگزین

فہرست

رمضان اور عظمتوں کا حصول 3

اُس لشکر کی صفات کہ اللہ کی طرف سے جس کی مدد کی گئی-غزوہ بُدر کی روشنی میں 7

رعایت وعزیمت (الرخصة والعزيمة) 18

ا سقوطِ خلافت کی 105 ویں برسی کے موقع پر 25

عالمی منظر نامے سے آئیڈیالوجیکل اور فکری مباحثوں کی عدم موجودگی 32

شکست اور مغلوبیت کی ثقافت 37

یمنی مسئلے کو اس قدر شدید حد تک بحران زدہ بنانے کے پیچھے کیا عوامل کارفرما ہیں؟ 43

امریکہ کی "نیشنل سکیورٹی اسٹریٹیجی" کی مسودہ دستاویز 51

شام کے واقعات اور سیرین ڈیموکریٹک فورسز (SDF) کا پسپائی اختیار کرنا 59

جب کرپشن (بدعنوانی) نظامِ حکومت کا ایک آلہ بن جائے، نہ کہ محض ایک انتظامی خرابی! 67

ایپسٹین فائلز اور مغربی تہذیب کا زوال 72

مقبوضہ کشمیر سے ایک سچی پکار! 75

خلافت بلوچستان کے عوام کو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر یکجا کرے گی 79

شہر رمضان المبارک 1447ھ بمطابق 2026ء کی آمد پر مبارک باد 83

رمضان اور عظمتوں کا حصول

الاستاد احمد الصوفی (ابو نزار الشامی)

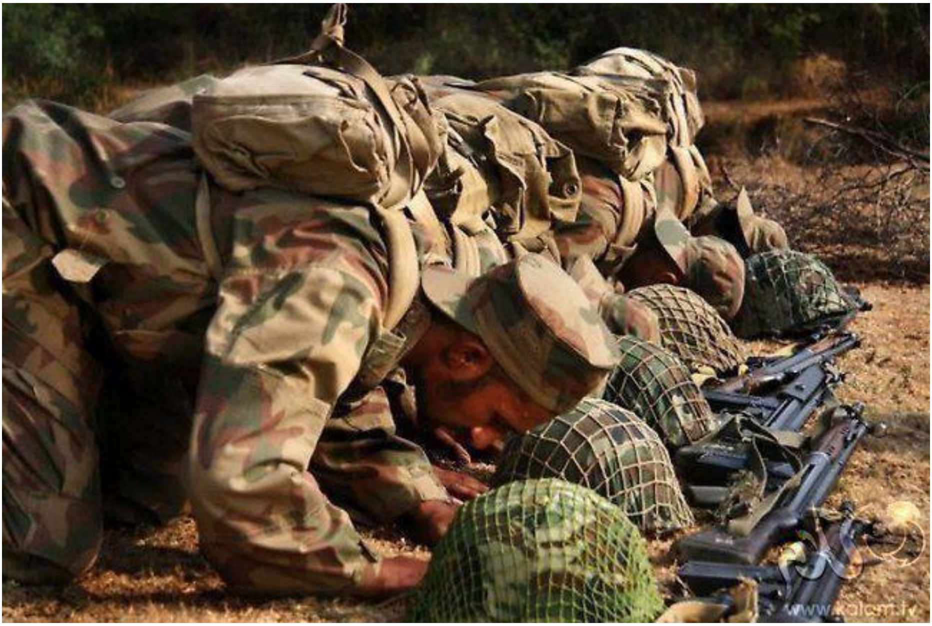

رمضان کا نام آتے ہی ذہن میں فتوحات کے قصے، عظیم قائدین اور حکمرانوں کے نام خود بخود ابھر آتے ہیں۔ عزت و شان کے اوراق اتنی تیزی سے پلٹتے ہیں کہ ان کی گنتی مشکل ہو جاتی ہے۔ مگر یہ شاندار فتوحات آج ہمیں صرف تاریخ کی کتابوں تک محدود نظر آتی ہیں۔ ہم سے نزدیک ترین زمانے کی فتوحات اور ہمارے درمیان ایک طویل زمانے کا افسوسناک فاصلہ ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ ہم میں کیا کمی ہے؟

آج کے بیشتر علما کے پاس اس سوال کا صرف ایک جواب ہے: ہم اللہ سے دور ہو گئے ہیں۔ ہمارے اندر وہ تقویٰ اور ایمان نہیں جو ہمارے اسلاف میں تھا۔ ہم اب فتح کے مستحق نہیں۔ یہ کہتے ہوئے وہ امت کے افراد میں پھیلے بے شمار گناہوں کی فہرست گننے لگتے ہیں۔

کوئی بھی مسلمان، فوج اور فتح میں، ایمان کے کردار کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا، مگر کیا کسی اور عنصر کا عمل دخل بھی ہے؟

رمضان کی عظمتیں اپنے عظیم قائدین کے ناموں سے جدا نہیں ہیں، مثلاً آپ معرکہ زلاقہ کے بارے میں قائد یوسف بن تاشفین کی بہادری کا ذکر کیے بغیر بات نہیں کر سکتے، اور اسی طرح رمضان میں عین جالوت کی فتح کے بارے میں آپ کی گفتگو سلطان قطز کی قربانیوں پر تفصیلی بات کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی...اور اسی طرح اور بھی۔۔۔

جی ہاں، بے شک رمضان ایمان کو جِلا بخشنے والا اور اللہ کی رحمتوں کا مہینہ ہے۔ مگر جب تک امت کے پاس وہ قیادت نہ ہو جس کے گرد فوجیں جمع ہوں، کوئی خلیفہ نہ ہو جو جہاد کا اعلان کرے اور پوری امت کی صلاحیتوں کو اکٹھا کرے، تب تک ہماری امت منتشر اور بے بس رہے گی، اور اس قیادت کی عدم موجودگی میں یہ امت ضرب کھاتی رہے گی چاہے کتنے ہی بہادر کیوں نہ پیدا ہو جائیں، اور چاہے رمضان، امت کے ایمان کو کتنا ہی تابناک کیوں نہ بنا دے۔

اس پر مستزاد یہ کہ کفر کی عالمی طاقتوں کے آلہ کار، طاغوتی حکمران موجود ہیں جو کسی بھی بیداری، کسی بھی یکجہتی، یا کسی بھی تبدیلی کی کوشش کو کچل دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری امت میں صرف انفرادی کوششیں اور بکھری ہوئی مزاحمت نظر آتی ہے جو نہ تو کوئی علاقہ آزاد کروا سکتی ہے اور نہ کسی دشمن کو دور کر سکتی ہے۔

لہٰذا، امت پر یہ الزام لگانا کہ گناہوں کی وجہ سے وہ فتح اور آزادی نہیں چاہتی؛ یہ اس بہترین امت کے ساتھ ناانصافی ہے جو پوری انسانیت کے لیے نکالی گئی ہے۔ حکمران کے بغیر سرحدیں کون کھولے گا؟ صفوں کو کون متحد کرے گا؟ جنگ کا اعلان کون کرے گا؟ فتح کے بعد ملک کی باگ ڈور کون سنبھالے گا؟ حیرت ہے کہ یہ لوگ اس بنیادی سوال کو کیسے نظر انداز کر دیتے ہیں!

حکمران ہی امت کے ساتھ مل کر، امت کو فتح سے ہمکنار کرتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ذلت آمیز یا دشمن پرستانہ فیصلوں سے شکست کو دعوت دیتے ہیں۔ اور شاید آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ جب بھی ہماری امت کو کوئی قیادت میسر آتی ہے—چاہے وہ راہِ راست سے ہٹی ہوئی ہی کیوں نہ ہو—تو مسلمانوں کی صفیں فوراً اس سے جڑ جاتی ہیں، اور اس کے لیے جواز ڈھونڈتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب یہ قیادت یہودیوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہے تو عارضی فتوحات بھی اس کا ساتھ دیتی نظر آتی ہیں۔

ہماری امت آج ایک ایسے رہنما کے لیے ترس رہی ہے جس کے لیے وہ قیمتی ترین قربانیاں دینے کو تیار ہو۔ مگر جب تک ہمارے ملکوں پر مسلط یہ غدار حکمران ہماری امت کے سینے پر سوار ہیں، اور تبدیلی کی ہر سانس کو روکے ہوئے ہیں، تب تک رمضان کے رمضان گزرتے رہیں گے اور ہر سال ہم صرف قتلِ عام، جانی نقصانات، اور شہیدوں کی لاشوں کو گنتے رہ جائیں گے۔

ان کے رمضان اور ہمارے رمضان میں فرق:

تصویر کو واضح کرنے کے لیے ہم خلافت اور اسلامی حکمرانوں کے دور میں رمضان کے چند عظیم واقعات پیش کریں گے، اور ان کا موازنہ آج کی جبری حکومتوں کے تحت اسی تاریخ کو پیش آنے والے المیوں سے کریں۔ یوں ہمیں اپنی تاریخ اور موجودہ زوال کے درمیان وسیع فرق اور عظیم مصیبت کا اندازہ ہو گا:

1 رمضان 20 ہجری کو صحابیِ رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کرتے ہوئے اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی ریاست کا صوبہ بنا دیا۔

1 رمضان 1425 ہجری (2004 عیسوی) کو یہودیوں نے غزہ کی پٹی میں "یوم الندم" نامی آپریشن کے دوران 110 شہداء کا قتلِ عام کیا، جن میں سے ایک تہائی معصوم بچے تھے۔

5 رمضان المبارک سنہ 666 ہجری میں الظاہر بیبرس ایک بڑے لشکر کے ساتھ امارت انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے جو پچھتر سال سے صلیبیوں کے زیر تسلط تھی۔ انہوں نے اس کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ صلیبیوں نے اسی دن ہتھیار ڈال دیے۔ اور 5 رمضان المبارک سنہ 1367 ہجری بمطابق 11 جولائی 1948 عیسوی کو، موشے دیان کی قیادت میں ایک صہیونی کمانڈو یونٹ نے فلسطین کے شہر "لد" میں قتل عام کیا، جہاں شام کے وقت توپ خانے کی شدید گولہ باری کے دوران شہر پر دھاوا بول دیا گیا۔ لوگوں نے دہمش مسجد میں پناہ لی اور اس حملے میں 426 فلسطینی شہید ہوئے۔

15 رمضان المبارک سنہ 138 ہجری بمطابق 756 عیسوی کو قائد عبد الرحمن الداخل نے سمندر پار کر کے اندلس کا رخ کیا۔ اور 15 رمضان المبارک بروز جمعہ فجر کے وقت سنہ 1414 ہجری بمطابق 25 فروری 1994 عیسوی کو، مسلمانوں نے الخلیل شہر میں مسجد ابراہیمی کے قتل عام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، جس میں یہودی فوج اور کریات اربع کے آباد کاروں کی بڑی تعداد نے حصہ لیا اور اسے افسر باروخ گولڈ شتاین نے انجام دیا جس کے نتیجے میں فجر کی نماز ادا کرنے والے 90 شہید اور اس تعداد سے تین گنا زیادہ زخمی ہوئے۔

کیا تصویر واضح ہو گئی ہے؟! کیا مصر فتح ہو سکتا تھا اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فاتح عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ایک خلافت کا نفاذ موجود نہ ہوتا؟ کیا مسلمان یکم رمضان کو وہ فتح حاصل کر پاتے؟ یا رمضان ان پر ایسے ہی گزر جاتا جیسے ہم پر گزرتا ہے یا اس کے قریب قریب ہی ہوتا؟

کوئی تعجب نہیں کہ مسلمان نے 5 رمضان کو عبد الرحمن الداخل کے ساتھ انطاکیہ میں صلیبیوں پر فتح حاصل کی، لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ فلسطین میں اسی دن "لد" کے مقام پہ قتلِ عام ہوا تو مسلمانوں کا کوئی حامی یا مددگار کیوں نہیں تھا۔

اسی لیے وہ واجب جو آج مسلمانوں کی گردنوں میں طوق کی طرح ہے، اور وہ فتح جس کے بعد روشن واقعات رونما ہوں گے اور باذن اللہ شرمناک شکستوں کا باب بند ہو جائے گا، یہ ہے کہ امت کے بیٹے سخت اور انتھک محنت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تاکہ اپنے وضو کیے ہوئے ہاتھوں کو ان مخلص داعیوں کے ہاتھوں میں دیں جنہوں نے اپنی جانیں ایک ہی بنیادی مقصد کے لیے وقف کر دی ہیں؛ اور وہ ہے ان غلام حکومتوں کا تختہ الٹنا، اور ایک نئے صلاح الدین، ایک نئے غافقی کی بیعت کرنا، اور بیٹھے رہنے یا انتظار کرنے یا تسلیم خم ہونے یا طاغوتوں اور ان کے آقاؤں کے ساتھ معمول کے تعلقات قائم کرنے کی ہر دعوت کو مسترد کر دینا۔

امت کے اہلِ قوت اور اس کے فوجی دستوں کے شیروں کو جان لینا چاہیے کہ اگر وہ اپنی امت کو تنہا چھوڑ دیں گے اور اس نیک منصوبے کی بیعت سے گریز کریں گے — جو اللہ کے حکم سے غلامی اور ذلت کے دور کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کرے گا — تو ان پر اللہ کا غضب نازل ہو گا۔

اے اللہ! ہمیں تقویٰ اور ہدایت کی بیعت عطا فرما، جس کے ذریعے تو ہماری طرف فتح و کامرانی کے رمضان لوٹا دے، اور ذلت کے تاریک سالوں کا خاتمہ کر دے۔ اے رب! ہمارے نوجوانوں کے دلوں نور سے منور فرما، تاکہ وہ گمراہی اور فریب سے بچیں، اور سیدھے راستے اور ہدایت کے راستے پر چلیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسے رمضان کے روزوں سے محروم نہ رکھ جس کے چاند کا اعلان امیر المؤمنین کرے، اور خلافتِ راشدہ کے سائے میں اپنی افواج کو واضح فتح کی طرف لے جائے۔ اے اللہ آمین۔ ساری تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں

فہرست

اُس لشکر کی صفات کہ اللہ کی طرف سے جس کی مدد کی گئی-غزوۂ بدر کی روشنی میں

(الوعی شمارہ 401-400 سے ترجمہ)

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو اصحابِ بدر میں سے تھے: **«جاء جبرئيل الى النبى فقال: معا تعدون اهل بدر فيكم؟ قال: من افضل المسلمين او كلمة نحوها۔ قال: وكذلك من شهد بدرا من الملائكة»** **" حضرت جبرائیلؑ نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اہلِ بدر کو آپ اپنے یہاں کیسا سمجھتے ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا، "وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں"**۔ یا آپﷺ نے اس طرح کے کوئی اور الفاظ ارشاد فرمائے۔ جبرائیلؑ نے عرض کی: اسی طرح کا مقام ہے فرشتوں میں ان فرشتوں کا جنہوں نے جنگِ بدر میں شرکت کی۔(صحیح بخاری)

غزوۂ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں واقعہ ہوا، اس کے نتائج کفار پر بجلی بن کر نازل ہوئے اور زلزلے کی طرح برپا ہوئے، جس کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان فکری اور مادی جد وجہد کے رخ پر سب سے بڑا اثر پڑا۔ اسلام کے آغاز کے 15 سالوں بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور اسلام کی آواز بلند ہوگئی اور ان کے دین کے باعث اور ان کی جانوں کی قربانی کی بدولت ان کے وزن اور رعب و دبدبے میں اضافہ ہوگیا۔ اس سے پہلے کفار نے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو دبا رکھا تھا۔ لیکن اب قریش کا دبدبہ ٹوٹ گیا، قریش اور اس کے اتحادی مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو گئے۔ یہ لشکر ابو سفیان کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلا تھا جو شام سے آرہا تھا، نہ کہ کسی باقاعدہ حربی سے جنگ کیلئے۔ مگر اللہ کا ارادہ ظاہر ہوا جو چاہتا تھا کہ قریش کے ظلم و فساد کو روکے، اور مسلمانوں اور قریش کے درمیان ایک حقیقی معرکہ اور باقاعدہ فوجی تصادم وقوع پذیر ہو، باوجود اس کے کہ دونوں فریقوں میں تعداد کے اعتبار سے بہت فرق تھا۔ ہم اس لشکر کی صفات پر روشنی ڈالیں گے جس کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور یہاں ان اسباب کا بھی ذکر کریں گے جس کی وجہ سے مسلمان غزوۂ بدر میں مدد کے مستحق ہوئے۔ ان میں سے دو حقائق کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: بیشک مدد اللہ کا احسان ہے اور وہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں پر اپنی مدد کے ذریعے کہ جو اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور مدد صرف اللہ ہی طرف سے ہو سکتی ہے، مسلمانوں کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو، اگر اللہ کی مدد ساتھ نہ ہو تو یہ تعداد ان کے کام نہیں آسکتی۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿**وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلاَّ بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلاَّ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**﴾ "ہم نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوشخبری تاکہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے"(سورۃ الانفال-10)

لہذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس حقیقت پر ایمان لے کر آئیں کہ حقیقی مدد صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے اور یہ حقیقت ان عقائد میں سے ہے جن پر ایمان لانا فرض ہے اور مسلمان جو تیاری کرتے ہیں اور منصوبہ بندی کرتے ہیں تو وہ لازمی امر ہے مگر یہ ایک مختلف تشریعی معاملہ ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ وہ انسان ہونے کے ناطے اپنی استطاعت کے مطابق مدد کے اسباب کو اختیار کریں۔

مگر فتح کیلئے اسباب پر اعتماد اور انحصار کرنا درست نہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ**﴾ "اے ایمان والو! اللہ (کے دین) کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا" (سورۃ محمد-7)

تو مدد صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے اور یہ حقائق میں سے ہے، اور مسلمانوں کا نصر (مدد) کے اسباب کو اختیار کرنا حقیقت میں اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور ان اسباب کو اختیار کرنا شرط ہے کہ اس کے بغیر نصر حاصل نہیں ہو سکتی، البتہ اسباب کے ہونے سے فتح کا ہونا لازم نہیں ہے۔

دوم: وہ مدد جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں نازل کی وہ صرف اہلِ بدر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو سنت ہے، ایسی سنت جو نہ تبدیل ہوتی ہے اور نہ متغیر ہوتی ہے۔ تو ہر اسلامی لشکر جس میں بدر کے لشکر کی صفات پائی جائیں گی، اللہ پر حق ہے کہ ہر زمان و مکان میں اس کی مدد کرے جیسا کہ اللہ نے اہلِ بدر پر اپنی مدد نازل کی۔ بلاشبہ اللہ نے ماضی میں کئی جگہوں پر مسلمانوں کی مدد کی، بدر میں بھی اور بدر کے علاوہ بھی، اور ایسے معرکوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان صفات پر غور کریں کہ جن کی وجہ سے وہ لوگ مدد کے مستحق ٹھہرے۔

بدر کا لشکر اور اسلامی ریاست:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کو قائم کیا اور مکہ سے آپ ﷺ اور مسلمانوں کا ہجرت کرنا ایک نئے دور کا آغاز تھا، جس میں اسلام اور کفر کے مابین تصادم کی نوعیت کا تعین ہوا۔ مدینہ ہجرت کے بعد یہ جدوجہد سیاسی اور فکری دائرے سے عسکری جدوجہد کی طرف منتقل ہو گئی، جس کا مقصد تمام کفر کو اسلام کے تابع لانا تھا، رضاکارانہ طور پر یا بزور شمشیر لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانے کیلئے اور باقی ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لانے کے لیے۔ پس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے کے فوراً بعد اس کی ابتداء ہو گئی۔ اسلامی ریاست مسلمانوں کا وہ سیاسی ڈھانچہ ہے جس کے ذریعے داخلی طور پر اسلام کے احکامات کے مطابق معاملات کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اور خارجی طور پر جہاد کے ذریعے اسلامی دعوت کو تمام عالم تک پہنچایا جاتا ہے۔ اسلامی دعوت کو تمام

عالم تک لے جانے کا شرعی طریقہ جہاد ہے اور یہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہے اور جہاد فوجی طاقت، فوج اور اس ریاست کے بغیر کامل طور پر نہیں ہو سکتا، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلیئے لشکروں اور فوجیوں کو بھیجتی ہے، اس لیے کسی بھی گروہ کو فوج نہیں کہا جاسکتا اور اس میں لڑائی کے لیے درکار عسکری صفات نہیں پائی جاتیں جب تک یہ فوج کسی سیاسی فیصلے، ریاست اور خلیفہ کے فیصلے کے ذریعے قائم نہ ہو اور یہ فوج جنگ اور امن کے فیصلے کیلیئے اس شخص کی پابند ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں اقتدار ہوتا ہے، یعنی مسلمانوں کا خلیفہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **«امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله»** (صحیح بخاری) **"مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"**۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حاکم ہونے کے ناطے اور ریاست کے سربراہ ہونے کے ناطے ابو سفیان کے قافلے کو روکنے کا فیصلہ کیا اور قافلے کے تعاقب کو لڑائی میں تبدیل کرنے اور قریش کے ساتھ فوجی محاذ آرائی کے بعد جنگ میں جانے کا فیصلہ بھی ریاست ہی نے کیا۔ ریاست ہی ہے جو فوجوں کو لڑائی کیلیئے نکالتی ہے تاکہ وہ اپنا مشن سرانجام دیں ان اصولوں کے مطابق جو انہیں بتائے گئے ہوتے ہیں۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ **«بَعَثَنا رَسولُ اللهِ ﷺ في سَرِيَّةٍ، فَحاصَ النَّاسُ حيصَةً، فَقَدِمنا المدِينَةَ فَاختَبَأْنا بِها، وقُلنا: هَلَكنا، ثُمَّ أَتَينا رَسولَ اللهِ ﷺ فَقُلنا: يا رَسولَ اللهِ، نَحنُ الفَرَّارونَ، قال:» بَل أَنتُمُ العَكَّارونَ، وَأَنا فِئَتُكُم»** (سنن ترمذی، حدیث حسن) **"اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سریہ میں بھیجا، تو لوگ وہاں سے فرار ہوئے اور مدینہ میں آچھپے اور ہم نے کہا کہ ہم تو (اس گناہ کی وجہ سے) ہلاک ہو گئے۔ تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم تو فرار ہونے والوں میں سے ہو گئے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم تو عکارون ہو اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں"**۔ عکار اس کو کہتے ہیں جو اپنے امام سے مدد کیلیئے آئے نہ کہ اس کا ارادہ جنگ سے فرار ہونے کا ہو۔ آج مسلمانوں میں ایسے لشکر نہیں جیسا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کا لشکر تھا باوجود یہ کہ آج ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، مسلمانوں کے لشکر تو لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن وہ امام جو کہ ڈھال ہوتا ہے یعنی مسلمانوں کا خلیفہ وہ کہاں ہے؟ وہ جو مسلمانوں کے شہروں پر قبضہ کرنے والے کافروں سے لڑنے کیلیئے ان لشکروں کو حرکت میں لائے!۔ اسلامی خلافت کی عدم موجودگی میں مسلم لشکروں کو بیرکوں میں روکا گیا ہے، اس کے سپاہی اور افسر بس مہینے کے آخر میں اپنی تنخواہیں وصول کرتے ہیں، بجائے یہ کہ ان کے پاؤں فلسطین، شام اور روھنگیا کے مسلمانوں کی مدد کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں۔ بلکہ استعماری کافروں نے اپنے کٹ پتلی حکمرانوں کے ذریعے ان لشکروں کو فتنے میں ڈال رکھا ہے، یہ افواج ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں اور کئی مرتبہ مسلمانوں کے بیٹوں کو قتل کرتی ہیں، جیسا کہ مصر میں التحریر چوک Tahrir Square اور رابعہ العدویہ چوک میں ہوا اور شام میں کہ جہاں بشار کی بعث پارٹی کے کرائے کے قاتلوں اور ایرانی ملیشیا نے شام کے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے، وہ مسلمان کہ جو مجرم بعث حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے

ہوئے تھے۔۔۔ ان غدار حکمرانوں نے مسلم افواج کو دہائیوں سے بیرکوں میں بند کر رکھا ہے جبکہ وہ ان افواج کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ اپنی بندوقوں کا رخ یہودیوں کی طرف کریں، وہ یہودی جو ہماری ارضِ مقدس فلسطین پر قابض ہے۔

فیصلہ کن قیادت اور محتاط منصوبہ بندی:

ابوسفیان کے ایک قافلے کے زندہ بچ جانے کے بعد اور قریش کے ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لیے نکلنے کے بعد یہ بات حضور اکرم ﷺ کے لیے لازمی ہوگئی کہ وہ کفار کا سامنا کریں، تاہم آپ ﷺ باقاعدہ جنگ کیلئے نہیں نکلے تھے اور نہ ہی اپنے ساتھ زیادہ مجاہدین لے کر آئے تھے اور ریاست کے صدر مقام مدینہ منورہ سے دوری کی وجہ سے مزید تعداد طلب کرنے کا امکان مشکل ہو تھا۔ صورت حال نازک تھی، اگر مسلمان قریش کے سامنے سے پلٹ جاتے تو قریش کہتے محمد اور اس کے ساتھی قریش کا سامنا کرنے سے فرار ہوگئے ہیں اور اس میں مسلمانوں کے وقار اور ان کی ابھرتی ہوئی ریاست کی بے عزتی تھی بلکہ اس میں خود مسلمانوں کے دلوں میں بھی مسلمانوں کے نظریے کی طاقت پر سوال اٹھتے اور دوسری طرف قریش خوش ہو جاتے اور پھول کر اپنے لوگوں میں واپس لوٹتے اور اپنی تلواروں سے اپنے بتوں کے سامنے کھیل تماشے کرتے اور ان کے شاعر مسلمانوں کے خلاف اپنے اشعار اور فتح کے گیت گاتے۔ تمام عرب، یہود اور منافقین نے کہنا تھا کہ محمد ﷺ قریش کا سامنا کرنے سے ڈر کر اپنے صحابہ کے ہمراہ پلٹ گئے جہاں سے وہ آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے "لوگو! میری طرف توجہ دو"، تو ابو بکر صدیقؓ اور مقداد بن اسودؓ نے جواب دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا، "لوگو! میری طرف توجہ دو"۔ گویا کہ حضور ﷺ کی اس بات سے انصار مراد تھے، وہ انصار جنہوں نے عقبہ کے دن اس بات پر بیعت کی تھی کہ آپ ﷺ کی ان چیزوں کے ذریعے حفاظت کریں گے جن سے وہ اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب انصار نے محسوس کیا کہ ان کی رائے معلوم کرنی ہے تو سعد بن معاذؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ہماری رائے جاننا چاہ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں" تو حضرت سعد نے فرمایا، بلاشبہ ہم آپ پر ایمان لے کر آئے اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے تو بتائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ کا کیا ارادہ ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ہمیں سمندر میں جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں بھی اتر جائیں گے اور ہمارا کوئی بھی آدمی پیچھے نہ رہے گا اور ہم ناپسند نہیں کرتے کہ کل اپنے دشمن سے ملیں۔ حضرت سعدؓ نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا اور فرمایا" چلو اور خوشخبری سنو کہ اللہ نے مجھے دو گروہ میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے"۔ اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کی ہمت کو بلند کر دیا۔ رسول اللہ نے بطورِ قائد ابو بکرؓ، مقدادؓ اور سعد بن معاذؓ کے ذریعے انصار اور مہاجرین کی رضامندی اور خوشی سے لڑنے کا فیصلہ حاصل کیا۔ اب اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ضروری نکات پر توجہ مرکوز کی، دشمن کے مقام، تعداد اور فوج کے پڑاؤ اور معرکہ کی جگہ کا تعین اور انٹیلی جنس معلومات کے ذریعے جنگی منصوبہ تیار کیا۔

ابنِ اسحاق روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ابن حبان نے ہم سے روایت کیا: رسول اللہ ﷺ ایک بوڑھے عرب کے پاس پہنچے اور ان سے قریش کے متعلق دریافت کیا، اور یہ کہ محمد اور اس کے ساتھی اس وقت کہاں ہیں اور ان کے متعلق کیا خبر ہے۔ اس بوڑھے شخص نے جواب دیا: میں اس وقت تک تمہیں مطلع نہیں کروں گا جب تک تم دونوں مجھے اپنے متعلق مطلع نہیں کروگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں خبر دو ہم تمہیں اپنی خبر دیں گے۔ اس نے کہا: کیا یہ اس کے بدلے میں ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس بوڑھے شخص نے کہا: میں نے سنا ہے کہ محمد اور اس کے ساتھی فلاں اور فلاں دن کو روانہ ہوئے۔ اگر یہ بات درست ہے تو انہیں آج فلاں اور فلاں مقام پر ہونا چاہئے (اور اس نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا جہاں رسول اللہ ﷺ موجود تھے)۔ اور میں نے سنا ہے قریش فلاں اور فلاں دن کو روانہ ہوئے۔ اگر یہ درست ہے تو آج نہیں اِس اور اِس مقام پر ہونا چاہئے (اور اس کی مراد وہ جگہ تھی جہاں وہ واقعتاً موجود تھے)۔ جب اس نے اپنی بات مکمل کرلی تو اس نے کہا: اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہم پانی سے ہیں۔ اور یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔۔۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: میں بنو سلمہ کے ایک آدمی سے روایت کرتا ہوں کہ خباب بن منذر الجموح نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: کیا اس جگہ کے متعلق اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ (لڑائی کے لیے لشکر کا) پڑاؤ یہاں ڈالیں، اس طرح کہ آپ نہ اس سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، یا پھر یہ رائے اور جنگی حکمتِ عملی کی بنا پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ رائے اور جنگی حکمت عملی کی بنا پر ہے۔ خباب بن منذر نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ رکنے کی جگہ نہیں۔ اپنے لوگوں کے ساتھ آگے بڑھیں یہاں تک کہ ہم دشمن کے نزدیک ترین پانی کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں پڑاؤ ڈالیں اور پھر ہم اس سے پرے کنوؤں کو ناکارہ کردیں اور ایک حوض بنالیں کہ جس سے ہم وافر پانی پی سکیں اور پھر ہم دشمن سے لڑیں، اس طور پر کہ ہم پانی پی سکیں گے جبکہ ہمارا دشمن پانی کے بغیر ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے درست رائے دی۔۔۔ ابنِ اسحاق نے روایت کیا کہ عبد اللہ بن ابو بکرؓ نے بیان کیا کہ سعد بن معاذؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ کے لیے کھجور کی شاخوں سے ایک چھپر بنا دیتے ہیں کہ جہاں آپ قیام کریں اور آپ کا اونٹ تیار موجود ہو۔ پھر ہم دشمن سے لڑیں۔ اگر اللہ نے فتح عطا کی تو یہ وہ ہے جو ہماری چاہت ہے، اور اگر نتیجہ ہمارے حق میں برا نکلا تو آپ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ہمارے ان لوگوں سے جا ملیں جو (مدینہ میں) پیچھے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ اے اللہ کے رسول! وہ آپ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی ہم کرتے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ آپ لڑنے جارہے ہیں تو وہ پیچھے نہ رہتے۔ اللہ ان کے ذریعے آپ کا تحفظ کرے گا۔ وہ آپ کو امور میں مشورہ دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر قتال کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعا فرمائی (سیرۃ ابنِ ہشام جلد اول صفحہ 616-621)۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے صفوں کو درست کرنا اور ترتیب دینا شروع کیا۔ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوں کو سیدھا کیا اور ان صفوں کو گنا اور ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کے ذریعے وہ لشکر کو برابر کر رہے تھے تو جب وہ سواد بن غزی کے پاس سے گزرے جو کہ بنی عدی بن نجار کے حلیف تھے، وہ سب سے باہر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیٹ پر چھڑی لگائی اور

فرمایا کہ "سیدھے ہو جاؤ، اے سواد بن غزی" (تاریخ طبری ج۔2 ص 446)۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے آخری حصے پر قیس بن ابی صعصعہ اور عمر بن زید کو مقرر کیا۔ (المتاع الاسماع، ا ص 84)۔ غزوۂ بدر کی منصوبہ بندی کے مقابلے میں آج ہم مسلمانوں کی حقیقت کو بالکل الٹ دیکھتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی پختہ قیادت، کوئی فوجی منصوبہ بندی نہیں اور کوئی ایسا نہیں جو اس کے لیے عرق ریزی کرے۔ مسلمانوں کے حکمران خائن ہیں جو مسلمانوں کو اور ان کے ملکوں کو استعماری کافروں کے حوالے کیے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے خائن حافظ الاسد نے جنگ کے دوران قنیطرہ پر یہود کے قبضے کا اعلان کیا، اس سے قبل کہ یہود اس پر قبضہ کرتے۔ کیسے اردن کے شاہ حسین نے یہودیوں سے مقابلے پر اپنی فوجوں کو فرار کر دیا اور وہ یہود کی راہ سے ایک بھی میزائل فائر کیے بغیر ہٹ گئے۔ اور کیسے مصر کے انور سادات نے مسلمانوں سے غداری کی اور انہیں جنگ روکنے کا حکم دیا اگرچہ وہ بارلیو لائن Bar Lev Line کو عبور کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور نہر سویز کو بھی عبور کر چکے تھے۔ اور زیادہ دور کی بات نہیں اردگان کی قیادت کو ہی دیکھ لیں جس نے شام میں مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور آپریشن فرات شیلڈ کو شروع کر کے شام کی حکومت مدد کی کہ وہ حلب پر کنٹرول حاصل کر لے۔ حکمرانوں کی خیانتوں کی فہرست طویل سے طویل تر ہو رہی ہے، لیکن بہر حال ظلم کی رات جتنی مرضی لمبی ہو مگر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی صبح ضرور طلوع ہو گی، جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے فکر مند ہو۔

بدر کے لشکر کی جہادی ثقافت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَرِّضِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ عَلَى ٱلۡقِتَالِۚ ﴾ "اے نبی ﷺ مسلمانوں کو قتال پر ابھاریئے" (سورۃ الانفال-65)۔ تحریض کے لغوی معنی ہیں بہت زیادہ ابھارنا (فتح القدیر، جلد 2 صفحہ 370)۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ عمیر بن حمام الانصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایسی جنت کہ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین جتنی ہے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے کہا: واہ واہ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے یہ کہنے پر ابھارا۔ عمیرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! بس ایک اُمید ہے کہ کاش میں اس کے مکینوں میں سے ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم انہی میں سے ہو۔ انہوں نے اپنی کھجوریں کھاتے ہوئے فرمایا: اگر میں زندہ رہوں اور اپنی کھجوروں کو ختم کروں تو یہ بہت لمبی زندگی ہے۔ پس انہوں نے اپنی کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑے، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ یہ نصوص دلالت کرتی ہیں کہ فوج کو جہادی ثقافت دینا ایک فرض ہے اور اسے فوجی علوم کا حصہ ہونا چاہئے اور جہاد اسلام کی دعوت کو دوسری اُمتوں تک لے جانے کا ذریعہ ہے۔ بدر کا لشکر اس ثقافت کے اثر کا عملی نمونہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قتال کے لئے ابھارا اور آپ ﷺ نے دشمن کے خلاف صبر اور ثابت قدم رکھنے کی تلقین کی اور صحابہ کو جہاد کے اجر کے متعلق بتایا اور یہ کہ اللہ کے راستے میں شہادت کا درجہ کیا ہے۔ اور مسلمان اس حال میں میدانِ جنگ میں اترے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے جنت کا مشاہدہ کر

رہے تھے۔ اور وہ شہادت کے حصول کے لیے اس طرح صفیں بنا رہے تھے جیسے نماز کے لیے صفیں بنائی جاتی ہیں۔ مشکلات اور سختیاں ان کی نظر میں آسان ہو گئیں اور وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر دشمن کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھے۔ دیکھیں کس طرح عمیر بن حمامؓ نے اپنی کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود گئے اور کفار سے لڑتے ہوئے شہادت کو گلے لگا لیا۔ دیکھیں کس طرح معوذ بن ارفع اور معاذ بن عمرو بن جموح ابو جہل کی طرف لپکے اور اسے اس کے گھوڑے سے نیچے گرا دیا اگرچہ بنو مخزوم درختوں کے جھنڈ کی طرح اسے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ اور دونوں لڑکوں میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے جسم اس کے جسم سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے اور اس کے انجام کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

اس کے برعکس عرب لشکروں کی ثقافت، کہ جو 1967 میں یہودیوں سے ہار گئے تھے، جہادی جنگی ثقافت نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک قومی یا وطنی ثقافت تھی جو دشمن کی قوت و طاقت کے اثر کو کم کرنے کی بجائے اسے بڑھا وا دیتی ہے۔ یہ وہ وجہ تھی کہ زیادہ تر عرب فوجی ایک متزلزل ہمت اور ارادے کے ساتھ اپنے دشمن سے لڑنے کے لیے اترے اور وہ چند دن بھی یہودی فوج کے سامنے ٹِک نہ سکے، اس جنگ کے ڈرامے کے دوران کہ جو رچایا گیا تھا، کہ جس کے نتیجے میں انہوں نے شرم اور ذلت کے ساتھ فلسطین کی بابرکت سرزمین کو یہودی وجود کے حوالے کر دیا۔

آج دہشت گردی اور اسلام کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ مسلم افواج کی جنگی ثقافت میں سب سے نمایاں ہے جس نے ان افواج کو ہیجان میں مبتلا کر دیا، مسلمانوں نے مسلمانوں کو قتل کیا، ان کے سادات جان سے ہاتھ دھو بیٹھے بجائے یہ کہ یہ سب مسلم افواج امریکہ، روس اور یہودی وجود کا سامنے کرنے کے لیے ایک ہی صف میں کھڑیں ہوتیں۔ یوں جہاد فی سبیل اللہ معطل ہو گیا، فلسطین ہاتھ سے نکل گیا، افغانستان مقبوضہ ہو گیا، مشرقی ترکستان اور کریمیا پر قبضہ ہو گیا۔ ہمارے علاقے، ہماری فضا اور ہمارے سمندر استعماری کفار کی تفریح گاہ بنے ہوئے ہیں جبکہ مسلمانوں کی افواج ان کی نقل و حرکت کو بس دیکھتی ہیں اور ان کے ظلم و جارحیت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتیں بلکہ ذلت و رسوائی کا یہ عالم ہے کہ وہ انہیں جارح دشمن ممالک کی افواج کے ساتھ جنگی مشقیں کرتی ہیں، اور یمن، شام، عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے قتل کے حکم کو نافذ کرتی ہیں۔

بدر کی فوج اور اسلامی عقیدہ:

اس اسلامی برادری کی طرح جو مدینہ میں اسلامی عقیدہ اور ثقافت کی بنیاد پر تشکیل پائی تھی، بدر کی فوج بھی اسلامی عقیدہ پر تشکیل پائی تھی یہ فوج مہاجرین اور انصار، اوس و خزرج کے لوگوں پر مشتمل تھیں لیکن اس فوج میں سب برابر تھے، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں تھی سوائے تقویٰ کی بنیاد پر اور یہ سب قومیت کو پیچھے چھوڑ کر ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٦٢ وَأَلَّفَ بَيۡنَ

قُلُوبِهِمْۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (سورۃ الانفال 62:63)، **"اگر وہ آپ ﷺ سے خیانت کا ارادہ کریں تو اللہ آپ کیلئے کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے آپ کی تائید کی۔ ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ خرچ کرتے تب بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے"**۔ یہاں تک مہاجرین اپنا نسب تک بھول گئے مسلمانوں کے مولا اور غلام قریش کی تباہ کاریوں کے خلاف جنگ میں آگے بڑھے ان کے تلواریں اللہ کے دشمن کو مارنے میں لگ گئیں، کفار سے قتال کرنے کیلئے وہ ایک صف میں جمع ہو گئے یہاں تک ان کے سامنے کوئی اپنا ہی کیوں نہ ہو۔ ابن عساکر نے ابنِ سرین سے روایت کیا ہے عبد الرحمٰن بن ابو بکر بدر کے دن مشرکین کے ساتھ تھے، تو جب وہ اسلام لائے انہوں نے اپنے والد سے کہا آپ بدر کے دن میرے سامنے آگئے تھے پھر میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کو نہیں مارا۔ تو ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تم میرے سامنے آتے تو میں تمھیں نہیں چھوڑتا اور اللہ کا قول ہے: **﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓاْ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْۚ ﴾ "تم نہیں پاؤ گے قوم کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوست بنائیں ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی اگرچہ وہ ان کے آباء ہی کیوں نہ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے والے"** (سورۃ مجادلہ - 22)۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا یہ آیت حضرت ابو عبید بن جراحؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن جراح کو اُحد یا بدر میں قتل کیا تھا۔ ابو عزیز بن عمیر بن ہشام جو حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی تھے، بدر کے دن مشرک قیدیوں میں سے تھے۔ ابو عمیر بیان کرتے ہیں: میرا بھائی میرے پاس سے گزرا جب انصار کے ایک شخص نے مجھے قیدی بنا لیا تھا۔ اور میرے بھائی نے کہا: اس کے ہاتھ کے بندھن سخت کرو، اس کی ماں بہت مالدار ہے وہ اس کے بدلے تمہیں بہت کچھ دے گی! (سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 645)۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: کچھ اہلِ علم نے مجھے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ، بِئْسَ عَشِيرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ، كَذَّبْتُمُونِي وَصَدَّقَنِي النَّاسُ، وَأَخْرَجْتُمُونِي وَآوَانِي النَّاسُ، وَقَاتَلْتُمُونِي وَنَصَرَنِي النَّاسُ... » "اے قلیب کے لوگو! کتنے برے لوگ ہو تم، اے نبی کے خاندان والو۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ اور لوگوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے۔ تم لوگوں نے مجھے نکال دیا جبکہ اور لوگوں نے مجھے تحفظ دیا، تم نے مجھ سے قتال کیا جبکہ اور لوگوں نے میری مدد و نصرت کی۔۔۔"** (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 151)- رسول اللہ ﷺ نے یہ اس وقت کہا جب مسلمانوں نے بدر کے دن مشرکین کو قتل کرنے کے بعد انہیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ اسلام نے اسلامی عقیدے کے تعلق و رشتہ کو قومیتوں اور نسب و نسل کے تمام رشتوں پر غالب کر دیا تھا۔ مسلمان عرب میں ایک عقیدے پر مبنی مضبوط وجود بن کر ابھرے تھے۔

اور اس رشتے کی مضبوطی نے انہیں تمام جزیرہ نما عرب پر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے اور پھر روم و فارس کو چیلنج کرنے میں مدد فراہم کی۔

یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آج مسلمان اس بات سے لاعلم ہیں کہ کس طرح وہ اپنے کافر دشمنوں کے ہاتھوں ہزیمت سے دوچار ہوئے، جب ان کی سرزمین کو قومیت اور وطنیت کے ذریعے پارہ پارہ کر دیا گیا اور ان علاقوں پر آج بدبودار عصبیت کے باطل جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ قومی، وطنی اور فرقہ وارانہ تعلقات نے اسلامی بندھن کی جگہ لے لی ہے۔ اس طرح مسلمان تقسیم ہو گئے ہیں، وہ اپنے ممالک کی سرحدوں کی حفاظت کی قسمیں کھاتے ہیں، وہ سرحدیں کہ جنہیں سائیکس پائیکاٹ معاہدے کے تحت کھینچا گیا تھا۔ ان سرحدوں پر چوکیاں قائم کر دی گئیں ہیں تاکہ مسلمانوں کے آنے اور جانے کی نگرانی کی جا سکے۔ فوجی سپاہیوں اور گارڈز کے کندھوں کو قومی تمغوں سے سجایا جانے لگا۔۔۔ اب کچھ باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ یوم آزادی پر ایک فوجی پریڈ ہو، قومی ترانے پڑھے جائیں، جنگی جہازوں کی کرتب بازیاں ہوں، حالانکہ کفار ہر جگہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کر رہے ہیں۔

اہلِ بدر نے اللہ پر یقین کیا اور اللہ نے ان کا یقین پورا کیا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ« **إنَّ اللَّهَ – عَزَّ وَجَلَّ - اطَّلَعَ عَلى أَهلِ بَدْرٍ فَقَال: اعمَلوا مَا شِئتُم، فقَد غَفَرتُ لَكُم** »(مسند احمد) **"اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر نگاہ ڈالی، جو چاہے کرو میں نے تمھاری بخشش کر دی ہے"**۔ بیشک اہل بدر نے اللہ پر یقین کیا اور اللہ نے ان کا یقین پورا کیا۔ وہ اللہ پر یقین کرتے ہوئے اپنے رسول ﷺ کے حکم سے قتال پر گئے۔ اللہ پر یقین کرنے کے سبب اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کے سبب اللہ نے اپنے لشکر کے ذریعے ان کی نصرت کی۔ اللہ فرماتا ہے ﴿**إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الأَقْدَامَ ٥ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ**﴾ (سورۃ انفال آیت 11-12) **"(یاد کرو) جب وہ (اللہ) اپنی طرف سے تمھیں امن و سکون دینے کے لئے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اور آسمان سے تم پر بارش برسا رہا تھا تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسوں کو دور کر دے اور تاکہ تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تاکہ اس کی وجہ سے (تمھیں) ثابت قدم رکھے۔ (اے نبی) جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، چنانچہ تم انہیں ثابت (قدم) رکھو جو ایمان لائے ہیں، میں جلد ہی ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنھوں نے کفر کیا، چنانچہ تم (ان کی) گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر (ہر) پور پر ضرب لگاؤ"**۔ اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ﴿ **إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ**

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾ (سورۃ آیت انفال 43)**"(اے نبی یاد کریں جب اللہ نے آپ کے خواب میں آپ کو ان (کفار) کی تعداد کم کر کے دکھائی اور اگر وہ آپ کو ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم لوگ ضرورت ہم ہار دیتے اور اس معاملے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (تمھیں) بچالیا"**۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خواب میں جب کفار کو دیکھا تو ان کی تعداد کم تھی پھر آپ ﷺ نے اس خواب کے بارے میں صحابہؓ کو بتایا اور اس طرح اللہ نے ان کو مزید ہمت اور حوالے سے نوازا (تفسیر قرطبی)۔ اللہ پاک نے اپنی قدرت سے مشرکین کی تعداد کو کم کر کے دکھایا تاکہ مشرکین کو جنگ کی جگہ پر جمع کرے اور مسلمانوں کو ان کے خلاف اقدام کی ہمت دے کر اپنے وعدہ کو پورا کر دے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین کی تعداد ہماری نظروں میں اتنی کم تھی کہ میں نے اپنے برابر والے شخص سے کہا" مجھے تو ستر کی تعداد معلوم ہو رہی ہے اور تمھیں؟"تو اس نے کہا"ایک سو" اور جب ہم نے ایک شخص کو قیدی بنایا اور اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے۔ تو اس نے کہا کہ ہم تعداد میں ایک ہزار تھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ "مشرکین کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اب جب کہ قافلہ جا چکا ہے (کہ جس کے پیچھے مسلمان نکلے تھے) تو واپس لوٹ چلتے ہیں تو ابو جہل نے کہا اب محمد اور اس کے صحابہ نے ارادہ کر لیا ہے تو جب تک ہم ان کو ختم نہیں کر لیتے ہم گھر نہیں جائیں گے۔ محمد اور اس کے ساتھی تو ذبح کردہ اونٹ ہیں کہ جنھیں تر نوالہ بنایا جائے (تفسیر بغوی جلد دوم صفحہ 298)۔ ابنِ اثیر نے لکھا ہے "عاتکہ بنت عبد المطلب نے مکہ آنے سے تین دن قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ جس نے اسے خوفزدہ کر دیا، اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس کو بتایا، وہ کہتا ہے کہ ایک اونٹ سوار آیا اور اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا اے آل غدر، تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا پھر وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ اور جب قریش جحفہ کے مقام پر پہنچے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے بھی ایک خواب دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک گھوڑے پر سوار شخص آرہا ہے اور اس کے پاس ایک اونٹ بھی ہے، پھر اس شخص نے کہا، عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور اس کے علاوہ بہت سارے لوگ قتل ہو گئے ہیں، تو ابو جہل نے طنزاً کہا" یہ بھی بنو مُطلب میں سے ایک نبی ہے، عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کون کون لڑائی میں مارا جائے گا۔ (الکامل فی التاریخ)۔ دو خواب کفار قریش پر بہت اثر انداز ہوئے، چنانچہ وہ ہچکچاہٹ اور تردد کے ساتھ میدان میں اترے جبکہ مسلمان جوش و خروش کے ساتھ مقابلے کیلئے سامنے آئے۔ مسلمانوں اور کفار میں بہت فرق تھا، مسلمانوں کو یقین تھا کہ انہیں دو میں سے ایک سعادت حاصل ہو گی، یعنی فتح یا شہادت جبکہ کفار اپنے دل میں چھپی نفرت یا دل میں بھرے ہوئے بغض یا ایک مٹھی بھر دینار کے لئے میدان میں اترے۔ اور پھر ان کی بربادی ان کے سامنے تھی۔

یہ غزوۂ بدر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یومِ فرقان کا نام دیا اور جو کہ رمضان میں پیش آیا۔ اس کے بعد بھی کئی رمضان مسلمانوں کے لیے فتح کا پیغام لے کر آئے۔ لیکن افسوس کہ جب سے خلافت ختم ہوئی کتنے ہی رمضان گزر گئے، مسلمانوں نے نہ ہی عزت کا مزہ چکھا اور نہ ہی فتح کی حلاوت محسوس کی۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جب ان پر ایسے ظالم حکمران مسلط ہیں کہ جو مردِ میدان نہیں۔ یہ حکمران امریکہ، یورپ، روس اور یہود سے دوستی کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ گویا انہیں اس بارے میں معلوم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۔ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ **"منافقین کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جنہوں نے کافروں کو دوست بنایا مسلمانوں کی بجائے۔ وہ ان سے عزت چاہتے ہیں حالانکہ ساری عزت اللہ ہی کیلئے ہے"**(سورۃ نساء-138:139)۔ لیکن یہ حکمران اس امت کی مستقل قسمت نہیں۔ ان کے محل اتنے مضبوط نہیں کہ وہ سیلاب کی مانند امڈتی ہوئی اُمت کے سامنے کھڑے رہ سکیں کہ جو ان حکمرانوں کو اپنی گردن سے اتار پھینکنے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کے لیے پرجوش ہے، ان حکمرانوں کی سازشیں بے نقاب ہو چکی ہیں، اور ان کے پھلائے ہوئے شر سے پردے ہٹ چکے ہیں۔ اب صرف خلیفہ ہی مسلمانوں کا نجات دہندہ اور ڈھال بنے گا جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کے جھنڈے تلے ایک ہونگے اور اللہ کے راستے میں یہود سے لڑیں گے، ہلکے ہوں یا بوجھل، اور امریکہ اور اس کے حواریوں کو شکست ہوگی، اور ہر اس غدار کو جس نے مسلمانوں کی تباہی کا بیڑا اٹھایا، انشاء اللہ۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

فہرست

رعایت وعزیمت (الرخصة والعزيمة)

سوال وجواب

سوال:

"ہمارے محترم اور جلیل القدر عالمِ دین، شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ میرا یہ سوال آپ تک اس حال میں پہنچے کہ آپ مکمل صحت اور خیر وعافیت سے ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنے مؤمن بندوں کو جلد زمین میں خلافت اور اقتدار عطا فرمائے، اور تمام مسلمانوں کی اور بالخصوص ہمارے اہلِ غزہ کی مشکلات اور مصیبتوں کو دور فرمائے۔

کتاب "شخصیہ اسلامیہ" کی جلد 3، صفحہ 64 میں یہ بیان کیا گیا ہے: (وذلك أن العمل بالعزيمة، وهو الامتناع عن الأكل، مباح، ولكنه مباح صار يؤدي حتماً إلى الحرام، وهو هلاك النفس، فصار حراماً عملاً بالقاعدة الشرعية "الوسيلة الى الحرام حرام" فعمل العزيمة هنا صار حراماً، فيصبح العمل بالرخصة واجباً، لسبب عارض وهو تحقق الهلاك) "اور یہ اس لئے ہے کہ عزیمت (ارادہ) پر عمل کرنا، یعنی (مردار) کھانے سے رک جانا، فی نفسہٖ مباح ہے، لیکن یہ مباح عمل لازماً ایک حرام نتیجے کی طرف لے جاتا ہے، اور وہ ہے جان کا ہلاک ہو جانا۔ لہٰذا یہ عمل اس شرعی قاعدے کے مطابق حرام ہو جاتا ہے، «الوسيلة الى الحرام حرام» "جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، وہ خود بھی حرام ہے"۔ پس یہاں عزیمت پر عمل کرنا حرام ہو گیا، اور ایک سبب العارض یعنی ہلاکت کے یقینی ہونے کی وجہ سے رخصت پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے"۔

تو کیا رخصت کو ترک کر کے عزیمت پر عمل کرنا حرام ہے؟ کیا عزیمت کو ترک کر کے رخصت پر عمل کرنا واجب ہے؟ کیا یہ اس شرعی قاعدے کے خلاف ہے کہ: «الأمر بالشيء ليس نهياً عن ضده، والنهي عن الشيء ليس أمراً بضده» "کسی معاملے کا حکم ہونا اس کے مخالف سے منع کرنا نہیں ہوتا، اور کسی چیز سے منع کرنا اس کے مخالف کا حکم دینا نہیں ہوتا"؟ کیا کھانے سے پرہیز کرنا (یعنی عزیمت پر عمل کرنا) حرام کے زمرے میں آتا ہے، یا یہ صرف واجب کو چھوڑنے کے مترادف ہے؟ اور کیا اس حالت میں کھانے والے کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے واجب کو پورا کر لیا اور حرام سے بچ گیا ہے؟

براہِ مہربانی وضاحت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ کریم عطا کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کے نیک اعمال قبول فرمائے اور آپ پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

23جون،2024ء

زاہد طالب نعیم–اختتام سوال"

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی پرخلوص دعاؤں کے لئے اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اور ہم بھی آپ کی خیریت وعافیت کی دعا کرتے ہیں۔

کتاب "شخصیہ اسلامیہ" جلد سوم میں جس حصے کے بارے میں آپ سوال کر رہے ہیں، وہ "عزیمت اور رخصت" کے باب میں ہے۔ اس کا مکمل متن درج ذیل ہے:

"یہ بات رخصت اور عزیمت کی شرعی حقیقت کے اعتبار سے ہے۔ جہاں تک رخصت یا عزیمت پر عمل کرنے کا معاملہ ہے، تو ان دونوں میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے وہ مباح ہے؛ یعنی انسان کو اختیار ہے کہ وہ رخصت پر عمل کرے یا عزیمت پر، کیونکہ رخصت کے دلائل اسی بات پر دلالت کرتے ہیں......

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ، كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ» "بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جس طرح وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی عزیمتوں پر عمل کیا جائے"۔ (اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے)، یہ ایک طلب (امر) ہے، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مندوب عمل ہے۔ البتہ اگر مجبور شخص کو موت کا خوف لاحق ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ مردار کھالے، اور اس کے لئے اسے کھانے سے رک جانا حرام ہے۔ اور اگر حلق میں کوئی شے اٹک جائے اور اس شخص کو شراب (خمر) کے سوا کچھ نہ مل سکے تو اگر اسے موت کا اندیشہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے پی لے تاکہ جان بچا سکے، اور اس کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ اس سے رک جائے اور مر جائے۔ اسی طرح اگر کوئی روزہ دار اس حد تک نڈھال ہو جائے کہ موت کا خطرہ لاحق ہو جائے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ توڑ دے،

اور اس کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ روزہ رکھے رہے اور مر جائے۔ یہ تمام مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ رخصت پر عمل کرنا کبھی فرض، کبھی مندوب اور کبھی مباح ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں گفتگو رخصت کے بارے میں بطورِ رعایت ہو رہی ہے۔ اور رخصت بطورِ رعایت قطعاً ایک مباح عمل ہے، جیسا کہ درج بالا دلائل سے ثابت ہے۔ پس شرعی اعتبار سے رخصت کا حکم اباحت ہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں: «إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ» "بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی گئی رخصتوں پر عمل کیا جائے..." تو اس حدیث میں ندب (یعنی مندوب ہونے) پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ اباحت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی دی گئی رخصتوں پر عمل کیا جائے، اور وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جائے، اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں۔ اور یہ بات خود حدیث کے متن میں موجود ہے: «إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ، كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ» "بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جس طرح وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جائے"۔ لہٰذا اس حدیث میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ رخصت پر عمل کرنا مندوب ہے۔ جہاں تک مردار کا گوشت کھانے کے مسئلے کا تعلق ہے، تو مضطر (مجبور شخص) سے مراد وہ شخص نہیں جو یقینی طور پر موت کو پہنچ چکا ہو، بلکہ وہ شخص بھی مضطر شمار ہوتا ہے جو صرف موت کے خدشے میں مبتلا ہو؛ ایسے شخص کے لیے مردار کھانا جائز تو ہے، مگر لازم نہیں۔ لیکن اگر یہ بات یقینی ہو جائے کہ اگر وہ نہ کھائے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی، تو اس کے لئے اسے کھانے سے رکنا حرام ہو جاتا ہے، اور اس پر اسے کھانا شرعاً واجب ہو جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ یہ رخصت ہے، بلکہ اس لئے کہ اس صورت میں اسے کھانا بذاتِ خود واجب بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا، یعنی کھانے سے رکنا، اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن وہ یقینی طور پر ایک حرام چیز (یعنی موت) کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ اس حالت میں عزیمت پر عمل کرنا شریعت کے اس اصول کے مطابق حرام ہو جاتا ہے کہ: «الوسيلة إلى الحرام حرام» "جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، وہ بھی حرام ہے"۔ اور اس صورت میں رخصت پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے، اس عارض (حتمی) یعنی موت کے یقینی ہونے کی وجہ سے۔ یہ رخصت کے حکم کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ یہ ان صورتوں میں سے ایک ہے جہاں شریعت کا عمومی اصول «الوسيلة إلى الحرام حرام» "جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، وہ بھی حرام ہے" لاگو ہو جاتا ہے۔ یہ اصول صرف رخصت کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر مباح پر عام ہے۔ مثلاً: حلق میں کوئی شے اٹک جائے اور ایسے شخص کے لئے نشہ آور چیز پینا، یا اس شخص کے لئے روزہ توڑنا جس کی یقینی موت کا خطرہ لاحق ہو چکا ہو، اور اسی طرح کی دیگر مثالیں۔ چنانچہ رخصت کا اصل حکم اور اس کی تشریع کے اعتبار سے وہ مباح ہی ہوتا ہے۔ البتہ اگر اس سے رکنا اور عزیمت پر عمل کرنا لازماً کسی حرام نتیجے کی طرف لے جائے، تو پھر اس مباح پر عمل کرنا حرام ہو جاتا ہے" **[اختتام اقتباس]**

اور آپ نے پوچھا ہے کہ،

”تو کیا رخصت کو ترک کر کے عزیمت پر عمل کرنا حرام ہے؟ کیا عزیمت کو ترک کر کے رخصت پر عمل کرنا واجب ہے؟ کیا یہ شرعی قاعدے کے خلاف ہے کہ: «الأمر بالشيء ليس نهياً عن ضده، والنهي عن الشيء ليس أمراً بضده» ”کسی چیز کا حکم دینا اس کے مخالف سے منع کرنا نہیں ہوتا، اور کسی چیز سے منع کرنا اس کے مخالف کا حکم دینا نہیں ہوتا“؟ کیا کھانے سے پرہیز کرنا حرام کے زمرے میں آتا ہے، یا یہ صرف واجب کو چھوڑنے کے مترادف ہے؟ اور کیا اس حالت میں کھانے والے کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے واجب کو پورا کر لیا اور حرام سے بچ گیا ہے؟“ —[اختتام اقتباس سوال]۔

تو اس کا جواب یہ ہے:

1- جیسا کہ کتاب ”شخصیہ اسلامیہ“ (جلد سوم) میں بیان کیا گیا ہے، رخصت پر بذاتِ خود عمل کرنا مباح ہے۔ یہ رخصت کے بارے میں اصل شرعی حکم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک کوئی تفصیلی دلیل موجود نہ ہو جو یہ ثابت کرے کہ کسی خاص صورت میں رخصت پر عمل کرنا مندوب اور عزیمت سے بہتر ہے، یا یہ کہ کسی خاص صورت میں عزیمت پر عمل کرنا مندوب اور رخصت سے بہتر ہے... اور ہم نے ان صورتوں کو کتاب "تيسير الوصول إلى الأصول" میں واضح کیا ہے۔ جہاں (عربی ورڈ فائل کے مطابق) صفحات 42 تا 44 میں یہ مذکور ہے:

”رخصت اپنی تشریع کے اعتبار سے ایک رعایت ہوتی ہے، اور اس کا حکم اباحت کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص عزیمت کے مطابق عمل کرتا رہے تو وہ بھی جائز ہے، اور اگر کوئی رخصت کے مطابق عمل کرے تو وہ بھی جائز ہے“۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عزیمت اور رخصت دونوں شرعی حکم کے اعتبار سے اباحت میں مساوی کیوں ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ، كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ» ”بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جس طرح وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جائے“۔ یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعتبار سے رخصت اور عزیمت دونوں پر عمل کرنا برابر ہے۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب کوئی ایسی شرعی نص موجود نہ ہو جو کسی خاص حالت میں یہ بتاتی ہو کہ رخصت یا عزیمت میں سے کون سی چیز اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

مثال کے طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ ۚ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ

لَّكُمۡ﴾ "(روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ (رمضان کے بعد) دوسرے دنوں میں اتنی ہی گنتی پوری کرے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے۔ پھر جو شخص اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے" (البقرۃ؛2:184)۔ اس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ جو شخص کسی شرعی عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنے کی اجازت رکھتا ہو، لیکن (اس عذر کے باوجود) روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، تو اسے رخصت (اجازت) حاصل ہے۔ اگر روزہ رکھنا مشقت کا باعث ہو (مگر ناقابلِ برداشت نہ ہو)، تو اس کے لیے روزہ رکھنا، روزہ چھوڑنے سے بہتر ہے۔ جیسے اس شخص کی مثال جو ایسی مسافت پر سفر کر رہا ہو جس میں رخصت کی اجازت ہوتی ہے، لیکن وہ آرام دہ ہوائی جہاز یا گاڑی میں سفر کر رہا ہو۔ ایسے شخص کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے، لیکن اس حالت میں روزہ رکھنا افضل ہے، جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے: ﴿فَهُوَ خَيۡرٞ لَّهُۥۚ وَأَن تَصُومُواْ خَيۡرٞ لَّكُمۡ﴾ "اور اگر تم روزہ رکھو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے"۔

اسی طرح مستند روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ» "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"۔ یہ بات آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو سفر میں روزہ رکھے ہوئے تھا اور روزے نے اسے سخت نڈھال کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ جس شخص کا سفر مشقت طلب اور تھکا دینے والا ہو، تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

پہلی صورت میں (یعنی آرام دہ سفر میں)، اس آیت سے یہ سمجھ آتا ہے کہ روزہ رکھنا بہتر ہے، یعنی عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے۔ اور دوسری صورت میں (یعنی مشقت بھرے سفر)، اس حدیث سے یہ سمجھ آتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے، یعنی رخصت اختیار کرنا افضل ہے۔

لیکن اگر کسی خاص حالت میں عزیمت اور رخصت میں سے کسی ایک کی ترجیح پر کوئی صریح شرعی نص موجود نہ ہو، تو پھر رخصت اختیار کرنا یا عزیمت پر عمل کرنا دونوں برابر طور پر جائز ہیں، جیسا کہ اس موضوع میں پہلے ذکر کی گئی رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے" [اقتباس ختم ہوا]۔

2- شدید ترین ضرورت کی حالت میں کسی ممنوع چیز کے کھانے یا پینے کی رخصت کے معاملے میں، جیسا کہ ہم اوپر وضاحت کر چکے ہیں، یعنی: "مردار کا گوشت کھانے کے مسئلے میں، مضطر (مجبور شخص) سے مراد وہ شخص نہیں جس کی موت یقینی ہو چکی ہو، بلکہ وہ شخص بھی

مضطر شمار ہوتا ہے جو صرف موت کے خدشے میں مبتلا ہو۔ ایسی حالت میں (مردار) کھانا جائز ہو جاتا ہے، لازمی نہیں ہوتا"۔ لہٰذا اس صورت میں رخصت کا شرعی حکم اباحت ہی ہے، بالکل دیگر تمام رخصتوں کی طرح۔

3-اگر یہ یقینی ہو کہ ممنوع شے کو کھائے یا پیئے بغیر موت واقع ہو جائے گی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ:

الف-ایسی صورت میں عزیمت (عدم أكل المحرم) یعنی "حرام چیز کو نہ کھانے" پر قائم رہنا، اس شرعی قاعدے کے تحت آ جاتا ہے، (الوسيلة إلى الحرام حرام) "جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، وہ بھی حرام ہوتی ہے"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حرام سے رکنے کی عزیمت ابتداءً اس مضطر شخص کے لئے جائز تھی جو حرام شے کو نہ کھانے یا نہ پینے کی صورت میں صرف موت کے خدشے میں مبتلا ہو۔ البتہ ایسا شخص جس کے بارے میں یہ بات یقینی ہو کہ اگر وہ ممنوع شے کو نہ کھائے یا نہ پیئے تو وہ مر جائے گا، اس کے لئے حرام سے رکے رہنے کی وہی عزیمت، جو پہلے جائز تھی، اب حرام ہو جاتی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی اور مباح کام، جب اس پر شریعت کا یہ اصول لاگو ہو جائے کہ (الوسيلة إلى الحرام حرام) تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق، جو مباح عمل کسی حرام نتیجے تک پہنچا دے، تو وہ خود بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسی شرعی اصول کی بنا پر، حرام چیز سے رکنے کی عزیمت جو اس اصول کے لاگو ہونے سے پہلے جائز تھی، اب حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ ایک حرام عمل یعنی خود کو ہلاکت میں ڈالنے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت پر واضح شرعی دلائل موجود ہیں۔

ب-اسی طرح، اس شخص کے لئے جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ ممنوع چیز نہ کھائے یا نہ پیے تو اس کی موت واقع ہو سکتی ہے، کھانے کی رخصت کا حکم رعایت کے اصل حکم کے مطابق اباحت ہی رہتا ہے... لیکن اگر موت قریب اور یقینی ہو جائے، تو شرعی حکم وجوب میں بدل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی جان کو بچانا شرعاً واجب ہے، اور ایسی حالت میں اپنی جان بچانا حرام چیز کو کھائے یا پیے بغیر ممکن نہیں رہتا۔ لہٰذا اس مخصوص صورت میں اپنی جان بچانے کے شرعی فریضے کو ادا کرنا لازماً اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ممنوع چیز کھالی جائے یا اسے پی لیا جائے۔ چونکہ جان بچانے کا واجب حرام چیز کے استعمال کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا، اس لیے یہ عمل اس اصول کے تحت واجب ہو جاتا ہے: «ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب» "جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو سکے، وہ چیز خود بھی واجب ہو جاتی ہے"۔ پس اس مخصوص حالت میں رخصت کو اختیار کرنا شرعاً واجب بن جاتا ہے۔

4-مذکورہ بالا تفصیل شریعت کے اس اصول کے خلاف نہیں ہے کہ: «الأمر بالشيء ليس نهياً عن ضده، والنهي عن الشيء ليس أمراً بضده» "کسی چیز کا حکم دینا اس کے مخالف سے منع کرنا نہیں ہوتا، اور کسی چیز سے منع کرنا اس کے مخالف کا حکم دینا نہیں ہوتا"۔ یہ کہنا کہ موت کے یقینی ہونے کی مخصوص حالت میں عزیمت پر عمل کرنا حرام ہے، اس کی بنیاد شریعت کے اس اصول پر ہے: «الوسيلة إلى الحرام حرام» "جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے، وہ بھی حرام ہے"۔ اسی طرح یہ کہنا کہ اس

حالت میں رخصت اختیار کرنا واجب ہے، اس کی بنیاد شریعت کے اس اصول پر ہے:«ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب» ”جس چیز کے بغیر کوئی شرعی واجب پورا نہ ہو سکے، وہ چیز خود بھی واجب ہوتی ہے“۔ حرام چیز کو کھانے یا پینے کا واجب ہونا اس بنا پر نہیں ہے کہ اس سے رکنا بذاتِ خود حرام ہے، بلکہ اس کی بنیاد شریعت کے اسی اصول پر ہے کہ:«ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب» اسی طرح حرام چیز سے رکنے کی عزیمت پر عمل کرنے کی ممانعت اس بنا پر نہیں ہے کہ رخصت اختیار کرنا واجب ہے، بلکہ اس کی بنیاد شریعت کے اس اصول پر ہے کہ:«الوسيلة إلى الحرام حرام» لہٰذا یہاں بحث لغوی نہیں ہے کہ امر اور نہی کے معانی کیا ہیں، بلکہ یہ ایک ایسی بحث ہے جو تفصیلی شرعی دلائل پر قائم ہے۔ رخصت اختیار کرنے کا وجوب، عزیمت پر عمل کرنے کی ممانعت سے اخذ کردہ کسی لغوی دلالت (الدلالة اللغوية المأخوذة) پر مبنی نہیں، اور نہ ہی عزیمت پر عمل کی ممانعت، رخصت اختیار کرنے کے حکم سے اخذ کردہ کسی لغوی دلالت (الدلالة اللغوية المأخوذة) پر مبنی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ وضاحت کافی ہوگی۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خليل أبو الرشتة

06 رجب 1447ھ

بمطابق 26 دسمبر، 2025 عیسوی

فہرست

سقوطِ خلافت کی 105 ویں برسی کے موقع پر

حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم عطاء بن خلیل ابو رَشتہ (حفظہ اللہ) کا خطاب

عطا بن خلیل ابو رَشتہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اور درود و سلام ہو اس کے رسول ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل واصحاب (رضوان اللہ علیہم) پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔

امتِ مسلمہ کے نام، جو اللہ کے اذن سے جہاد، عدل اور احسان والی امت ہے، وہ بہترین امت جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، اللہ اسے فتح و نصرت اور غلبہ عطا فرمائے۔

خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے از سرِ نو آغاز کے لیے کام کرنے والے دعوت کے علمبرداروں کے نام جنہیں ہم اللہ کے اذن سے متقی، پاکباز، معزز اور امانت دار تصور کرتے ہیں۔

آج سے 105 سال قبل، رجب 1342ھ کے آخر میں، یعنی مارچ 1924ء کے آغاز میں، اُس وقت کے استعماری کفار، برطانیہ کی قیادت میں، عرب اور ترک غداروں کی مدد سے خلافت کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مجرمِ زمانہ مصطفیٰ کمال نے خلافت کا خاتمہ کر کے، استنبول میں خلیفہ کا محاصرہ کر کے اور اسی روز بوقتِ فجر اُنہیں جلاوطن کر کے، اپنے کفر کا کھلم کھلا اعلان (کفرِ بواح) کیا۔ یوں خلافت کے سقوط سے، جو مسلمانوں کی عزت کا باعث اور ان کے رب کی خوشنودی کا ذریعہ تھی، مسلمانوں کے علاقوں میں ایک ہولناک زلزلہ آ گیا۔ امتِ مسلمہ پر فرض تھا کہ وہ مصطفیٰ کمال کے ساتھ ہتھیاروں سے قتال کرتی، جیسا کہ عبادہ بن صامتؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحاً عِنْدَكُمْ مِنْ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ»** **"اور ہم اربابِ اختیار سے اقتدار کے معاملے میں تنازع نہیں کریں گے، الا یہ کہ تم ان سے کھلا کفر (کفرِ بواح) دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو"**۔ تاہم امت اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر گئی اور مجرم مصطفیٰ کمال اور اس کے حواریوں کو روکنے کے لیے ایسے ناگزیر اقدام نہ کیے کہ جس کے نتیجے میں وہ اور اس کے حامی شکست خوردہ اور ناکام ہو جاتے۔ یوں خلافت کے خاتمے سے برپا ہونے والا زلزلہ جاری رہا... اور پھر کافر استعمار کا اثر و رسوخ مسلمانوں کی سرزمینوں پر مستحکم ہو گیا، انہوں نے مسلمانوں کی سرزمین کو تقسیم کر دیا اور اسے تقریباً 55 ٹکڑوں میں بانٹ دیا!

پھر مسلم ممالک کے رُوَیبِضَة (کم ظرف اور نااہل) حکمرانوں نے اس میں ایک اور زلزلے کا اضافہ کر دیا، انہوں نے یہودیوں کو ارضِ مقدس فلسطین پر قبضہ کرنے سے نہ روکا، جو نبی کریم ﷺ کے اسراء اور معراج کی سرزمین ہے، اور پھر وہ اس سے بھی زیادہ گر گئے... وہ یہوی وجود کے ساتھ تعلقات کی بحالی کی (نارملائزیشن) کی طرف لپکے، اس کے بغیر کہ یہودی وجود کسی بھی چیز سے دستبردار ہو!! ان میں سے بعض نے پسِ پردہ یہ جرم کیا، اور بعض نے رات دن علانیہ اس جرم کا ارتکاب کیا! یوں سب کے سب اس جرم میں سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس ذلت کی کوئی پروا نہیں کرتے جو ان کو سر سے پاؤں تک ڈھانپے ہوئے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ**﴾ "**عنقریب ان مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا، اُس مکر کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے**" (سورۃ الانعام: آیت 124)۔

اے مسلمانو! جب آپ کے سر سے سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا تو آج آپ کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ آپ پر 'رُوَیبِضَة' (کم ظرف اور نااہل) حکمران مسلط ہیں جو جابر ٹرمپ سے احکامات لیتے ہیں، یہاں تک کہ غزۂ ہاشم اور تمام ارضِ مقدس فلسطین کے معاملے میں بھی۔ ستمبر 2025ء میں ٹرمپ نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی اجلاس کے موقع پر ایک میٹنگ کی صدارت کی جس میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، مصر، اردن، ترکی، انڈونیشیا اور پاکستان شامل تھے، اور اسے اہم ترین نشست قرار دیا۔ پھر اس نے ان پر ایک 20 نکاتی منصوبہ پیش کیا، بلکہ مسلط کیا۔ اس منصوبے کے نکات غزہ کے سقوط، اسے زیرِ نگیں کرنے اور اسے ٹرمپ اور یہودی وجود کے لیے کھیل کا میدان بنانے کی غرض سے نوآبادی میں تبدیل کرنے، کی طرف اشارہ کر رہے تھے! اس کے بعد سیسی نے مصر میں ٹرمپ اور اس کے مکروہ منصوبے کے لیے ایک تقریب منعقد کی۔ یہ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2803 کی تمہید تھی، جو غزہ کے انتظام کے لیے ایک ٹرسٹی شپ یا استعماری بورڈ مسلط کرنے کی بات کرتی ہے، جسے ٹرمپ 'امن بورڈ' (Board of Peace) کہتا ہے! پھر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ وہ 2026 کے آغاز میں غزہ کے لیے اس بورڈ کے اراکین کا اعلان کرے گا جس کی سربراہی وہ خود کرے گا۔ الجزیرہ نے اس حوالے سے نقل کیا: "غزہ کی پٹی میں بین الاقوامی استحکام فورس کی قیادت کے لیے ٹرمپ کی طرف سے ایک امریکی جنرل کو مقرر کرنے کا امکان ہے" (الجزیرہ عربی 11/12/2025)۔ جس کا مطلب ہے کہ ٹرمپ غزہ میں گورننگ بورڈ اور استحکام فورس کو براہِ راست کنٹرول کرے گا! پھر ٹرمپ کے ایلچی اسٹیو وِٹکوف (Steve Witkoff) نے 19 دسمبر 2025 کو میامی میں "ثالث" ممالک، ترکی، مصر اور قطر، سے ملاقات کی تاکہ استحکام فورسز کی تعیناتی اور حماس کو غیر مسلح کرنے کے بارے میں بات چیت کے دوسرے مرحلے کو آگے بڑھایا جائے، اور اس پر عمل درآمد کے عملی اقدامات پر تبادلہ خیال کیا جائے! پھر ٹرمپ فلوریڈا میں نیتن یاہو سے ملا اور کہا کہ "اس کی ملاقات بہت نتیجہ خیز رہی"۔ اس نے صحافیوں سے مزید کہا کہ "اگر وہ (حماس) غیر مسلح نہیں ہوتے، جیسا کہ انہوں نے اتفاق کیا تھا، تو انہیں اس کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ انہیں قلیل وقت میں غیر مسلح ہونا پڑے گا"۔ ٹرمپ یہ اس وقت کہہ رہا ہے جب وہ غزہ پر مسلط ایک وحشیانہ جنگ میں یہودی وجود کو ہر قسم کے بھاری اور مہلک ترین ہتھیار فراہم کر رہا ہے جو

انسانوں، درختوں اور پتھروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ ٹرمپ یہ سب کچھ مسلم ممالک کے حکمرانوں کے مکمل علم سے اور ان کی ملی بھگت سے کہہ رہا ہے اور کر رہا ہے۔ یہ وہی مسلم حکمران ہیں جنہوں نے ارضِ مقدس فلسطین کی آزادی پر چُپ سادھ کر اس کے ساتھ غداری کی، اور ٹرمپ کے 20 نکات پر تالیاں بھی بجائیں!

پھر یہ محض فلسطین نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ان حکمرانوں نے غداری کی ہے، بلکہ ان ممالک کے ساتھ بھی ان حکمرانوں نے غداری کی جن پر وہ کافر استعمار، خاص طور پر امریکہ کے مفاد کے مطابق حکومت کر رہے ہیں۔ جنوبی سوڈان کو شمال سے الگ کر دیا گیا، اور دارفور بھی اب اسی راستے پر ہے۔ لیبیا بھی تنازعہ میں گھرا ہوا ہے اور دو ریاستوں میں تقسیم ہے۔ یمن شمالی اور جنوبی حصوں میں بٹا ہوا ہے، اور جنوب بھی مزید بکھر رہا ہے! جدید شام امریکہ کی آغوش میں جا رہا ہے، جس کا حکمران سابقہ ظالم حکومتی کارندوں اور غنڈوں کو رہا کر رہا ہے جبکہ حزب التحریر کے ارکان کو، جو خلافت کی پکار بلند کرتے ہیں، پابندِ سلاسل رکھا ہوا ہے اور انہیں دس دس سال تک کی سزائیں سنائی جا رہی ہیں۔ یہ 'رویبضہ' نااہل حکمران صرف اسی پر راضی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے سرزمینِ اسلام کے دیگر حصوں کو بھی دشمن کے حوالے کر دیا یا ان سے دستبردار ہو گئے۔ کشمیر پر ہندو مشرکوں نے قبضہ کر لیا، روس نے چیچنیا اور وسطی ایشیا کے دیگر مسلم علاقوں کو ہتھیا لیا۔ مشرقی تیمور کو انڈونیشیا سے الگ کر دیا گیا۔ قبرص، جو برسوں تک مسلمانوں کا قلعہ رہا، اب زیادہ تر یونان کے کنٹرول میں ہے۔ میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جا رہا ہے، اور اگر وہ بنگلہ دیش میں پناہ لیتے ہیں، تو وہاں کی حکومت اِن مسلمانوں پر ظلم کرتی ہے اور ان کے دشمن کے خلاف لڑ کر ان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتی ہے! پھر مشرقی ترکستان ہے، جس پر چین ایسے وحشیانہ مظالم ڈھا رہا ہے جن سے جنگل کے درندے بھی پناہ مانگیں۔ جبکہ مسلم ممالک کی موجودہ ریاستیں قبروں کی مانند خاموش ہیں، اور اگر وہ بولتی بھی ہیں تو کہتی ہیں کہ مسلمانوں پر چین کا ظلم و جبر چین کا اندرونی معاملہ ہے! ﴿**كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً**﴾ "**کتنی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جھوٹ بولتے ہیں**" (الکھف: آیت 5)۔

اے مسلم افواج کے سپاہیو! کیا آپ اس بات پر قادر نہیں کہ آپ اُن اسلام کے سپاہیوں کے نقشِ قدم پر چلیں جو آپ کے پیش رو تھے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعے فلسطین اور غزہ کو آزاد کرائیں، جسے اللہ غالب و قادرِ مطلق نے فرض کیا ہے اور جو اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے۔ اور پھر مسلم سرزمین کے ایک ایک انچ کو واگزار کروائیں جسے اس کی اساس سے کاٹ دیا گیا ہے، یا جسے مشرق و مغرب میں کافر استعمار نے اپنے قبضے میں لے رکھا ہے، اور استعماری کفار کا ان کے ٹھکانوں تک پیچھا کریں؟ کیا آپ اس قابل نہیں ہیں؟ جی ہاں، اللہ کے اذن سے، آپ یقیناً قابل ہیں۔

آپ امتِ اسلام کے بیٹے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی امت، مہاجرین و انصار کی امت، خلفائے راشدین اور ان کے پیروی کرنے والے خلفاء کی امت۔ آپ ہارون الرشید کی اولاد ہیں، جس نے بازنطینی (رومی) شہنشاہ کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ توڑنے اور

مسلمانوں کے خلاف جارحیت کے جواب میں کہا تھا: (الجواب ما تراه دون ما تسمعه) "میرا جواب تم سنوگے نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھوگے" اور ایسا ہی ہوا۔ آپ مُعتصم کی اولاد ہیں، جس نے ایک مسلمان عورت کی پکار پر لشکر کی قیادت کی، جب

بازنطینی رومیوں نے اس پر ظلم کیا اور اس نے صدا لگائی، (وا معتصماه) "ہائے اے معتصم!"۔ مزید یہ کہ، آپ صلاح الدین کی اولاد ہیں، جنھوں نے صلیبیوں کو شکست دی اور 27 رجب 583ھ (2 اکتوبر 1187ء) کو مسجدِ اقصیٰ کو ان کی نجاست سے پاک کر کے آزاد کرایا۔

آپ محمد الفاتح کی اولاد ہیں، وہ نوجوان سپہ سالار جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسولِ اللہ ﷺ کی اُس بشارت سے شرف یاب کیا، جو آپ ﷺ نے (بازنطینی سلطنت کے دارالحکومت) قسطنطنیہ کے فاتح کے بارے دی تھی: **«فَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ» "کیا ہی اعلیٰ وہ امیر ہو گا، اور کیا ہی بہترین وہ لشکر ہو گا!"**۔ انہوں نے 857 ہجری (1453ء) میں قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو فتح کیا تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان پر اپنا انعام کرے۔ آپ سلطان سلیم ثالث کی اولاد ہیں، جن کے الجزائر کے گورنر کو امریکہ نے 642,000 ڈالر کا سونا خراج کے طور پر سالانہ ادا کیا، علاوہ ازیں الجزائر میں اپنے قیدیوں کی رہائی اور عثمانی بحریہ کی مداخلت کے بغیر بحرِ اوقیانوس و بحیرہ روم سے گزرنے کی اجازت کے عوض 12,000 عثمانی طلائی لیرے ادا کرنے کا معاہدہ کیا۔ اور تاریخ میں پہلی بار امریکہ ایک ایسا معاہدہ کرنے پر مجبور ہوا جو اس کی اپنی زبان کے بجائے ریاستِ عثمانیہ کی زبان میں تھا، جو مورخہ 21 صفر 1210ھ (5 ستمبر 1795ء) کو ہوا تھا۔

آپ خلیفہ عبدالحمید کی اولاد ہیں، جنھوں نے استنبول میں فرانسیسی سفیر کو طلب کیا اور جان بوجھ کر اس سے فوجی وردی میں ملاقات کی اور اسے دھمکی دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی پر مبنی ڈرامے کو روکے، اور کہا: "میں مسلمانوں کا خلیفہ ہوں... اگر تم نے اس ڈرامے کو نہ روکا تو میں تمہاری دنیا کو تہہ و بالا کر دوں گا"۔ فرانس نے ان کی بات مان لی اور 1307ھ (1890ء) میں اس کی نمائش پر پابندی لگا دی۔ آپ اسی خلیفہ عبدالحمید کی اولاد ہیں جو نہ تو یہودیوں کی طرف سے سرکاری خزانے میں پیش کیے گئے کروڑوں سونے کے سکوں کے لالچ میں آئے، اور نہ ہی اس بین الاقوامی دباؤ سے خوفزدہ ہوئے جو یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت کے لیے اُن پر ڈالا تھا۔ انہوں نے یہ مشہور جملہ کہا: "میرے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اس کے بجائے کہ میں فلسطین کو ریاستِ خلافت سے کٹا ہوا دیکھوں"۔ وہ دُور اندیش تھے، جب انہوں نے مزید کہا: "...یہودی اپنی دولت اپنے پاس رکھیں... اگر کبھی خلافت پارہ پارہ کر دی گئی، تو وہ فلسطین مفت میں لے لیں" اور بالکل ایسا ہی ہوا!

اے مسلمانو! اے مسلم سرزمینوں کی افواج! اگر خلافتِ راشدہ کا احیاء ہوتا ہے، تو تم اپنے اسلاف کی کھوئی ہوئی عزت دوبارہ حاصل کر لو گے، کہ جن کے کارنامے، ان کی قوت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کی گواہی دیتے ہیں۔ انہوں نے خلافت کو قائم کیا اور اس کی حفاظت کی، چنانچہ وہ معزز ہوئے اور غالب رہے اور اپنے رب کی خوشنودی حاصل کی۔ آپ انہی کی اولاد ہیں، لہٰذا اس حق کی طرف آئیں جس کی انہوں نے پیروی کی اور اس حق کی پیروی کریں، اور اس عظمت کی طرف آئیں جو انہوں نے حاصل کی تھی اور اسے دوبارہ حاصل کریں۔ خلافت کو بحال کرو اور اس کی حفاظت کرو۔ آپ کے درمیان حزب التحریر موجود ہے، اس کی حمایت کرو، کیونکہ یہ اسلامی طرزِ زندگی کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے دن رات کام کر رہی ہے۔ یہ امت کی رہبری کرتی ہے اور اس عظیم مشن کی طرف آگے بڑھاتی ہے، اور اپنی خلافت کی پکار سے کافر استعمار کی نیندیں حرام کر رہی ہے۔ تو پھر کیا ہو گا جب خلافت قائم ہو جائے گی اور بحرِ الکاہل کے کناروں سے، جہاں انڈونیشیا اور ملائیشیا واقع ہیں، بحرِ اوقیانوس کے ساحلوں تک، جہاں مراکش اور اندلس واقع ہیں، کافر استعمار کی کھینچی ہوئی سرحدوں اور رکاوٹوں کو پاش پاش کر دے گی؟! تب مسلمان اپنی اصل حالت کی طرف لوٹ آئیں گے، ایک ریاست کے سائے تلے واحد امت، خلافتِ راشدہ، جو اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے گی، اور کفر اور کافروں کو ذلیل کرے گی۔ یہ کافر استعمار کے ہاتھوں سے سرزمینِ اسلام اور مسلمانوں کے کنٹرول کو واپس لے گی اور ان کی سرزمینوں کے اندر تک ان کا پیچھا کرے گی اور دنیا کو نئے سرے سے روشن کرے گی۔ اور اس دن حق غالب آئے گا اور باطل مٹ جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ "اور کہو، حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے" (سورۃ بنی اسرائیل: آیت 81)۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ "کیا خلافت یہ سب کچھ کر سکتی ہے؟ کیا یہ فتح حاصل کر سکتی ہے اور شکست کی صورتِ حال کو دور کر سکتی ہے؟ کیا یہ مسلم علاقوں کو کافر استعمار سے آزاد کرا سکتی ہے اور یہاں تک کہ ان کے اپنے ٹھکانوں تک ان کا پیچھا کر سکتی ہے؟"۔ ہم کہتے ہیں، "جی ہاں! ہمارا رب، جو بلند و برتر ہے، یہ فرماتا ہے، **﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"** (سورۃ محمد، آیت 7)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے نصرت کا حصول اُس اسلامی ریاست کے قیام سے مشروط ہے جو اس کے شرعی قوانین کو نافذ کرے۔ جب یہ قائم ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے فتح عطا فرماتا ہے۔ یہ مضبوطی سے قائم اور طاقتور ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے دوست اس کا احترام کرتے ہیں اور اس کے دشمن اس سے ڈرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ» "امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے"** (بخاری)۔ خلیفہ اور خلافت ایک ڈھال ہے، ایک تحفظ ہے۔ اور جس کے پاس ڈھال ہو گی، وہ اللہ کے حکم سے فتح یاب ہو گا؛ اس کی علاقے ضائع نہیں ہوں گے، اور اس کے دشمن اس کے قریب نہیں آئیں گے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی گواہی خلافت کی تاریخ دیتی ہے۔ آج بازنطینی سلطنت اور اس کا جاہ و جلال کہاں ہے؟ اور وہ شہر اور

شہنشاہ کہاں ہیں؟ پھر ان وسیع خطوں میں کس نے تکبیر کی صدا بلند کی، جو مشرق سے مغرب تک، ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پھیلے ہوئے تھے، سوائے اسلامی ریاست، اسلام کے سپاہیوں اور اسلام کے عدل کے؟ اور اگر خلافت کو اس وقت مشرق و مغرب میں دو سمندروں کے پار کسی زمین کا علم ہوتا، تو وہ اللہ وحدہ لاشریک کی پکار بلند کرتے ہوئے اس کی گہرائیوں میں اتر جاتی۔

اور ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حزب التحریر کے پاس خلافت کے سوا کوئی اور سرمایہ نہیں ہے؛ وہ جہاں بھی جاتی ہے، صرف خلافت کی بات کرتی ہے، اس کے سوا اس کی کوئی پہچان نہیں، اور نہ ہی اسے کسی اور چیز سے لگاؤ ہے۔ ہم کہتے ہیں، ہاں، خلافت ہی درحقیقت سرمایہ اور دولت ہے؛ یہ عزت اور طاقت ہے؛ یہ دین اور دنیا دونوں کی محافظ ہے؛ یہی اساس اور جوہر ہے۔ اسی کے ذریعے شرعی احکام نافذ ہو پاتے ہیں، حدود اللہ کا نفاذ ہوتا ہے، فتوحات کی راہیں کھلتی ہیں، اور حق کی سربلندی ہوتی ہے۔ یہ وہ عمل ہے جسے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین سے قبل سرانجام دیا، باوجود یہ کہ نبی ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی عظمت و مقام کس قدر تھا۔ یہ سب خلافت کی اہمیت اور عظمیت کی بنا پر تھا، کیونکہ جلیل القدر صحابہؓ نے ادراک کر لیا تھا کہ اس فرض کی ادائیگی نبی کریم ﷺ کے جسمِ اطہر کی تدفین کی تیاری کے عظیم فرض پر بھی مقدم ہے۔

اے مسلمانو! اے مسلم سرزمینوں کی افواج! خلافت کا قیام مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ ہمیں وثوق اور اطمینان ہے کہ اللہ کی نصرت حاصل ہو گی، اسلام اور مسلمانوں کو عزت ملے گی، جہاد والی خلافتِ راشدہ واپس لوٹے گی، فلسطین پر قابض یہودی وجود کا خاتمہ ہو گا، اور روم فتح ہو گا، بالکل اسی طرح جیسے قسطنطنیہ فتح ہوا تھا اور استنبول اسلام کا گھر بن گیا تھا۔ ہمیں اطمینان ہے چاہے کافر اور منافق کہیں، ﴿**إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ**﴾ "**جب منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہا، 'ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے**" (سورۃ الانفال: آیت 49)

کیونکہ اہل ایمان کے لیے یہ فتح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے کا حصہ ہے: ﴿**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ**﴾ "**اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا**" (سورۃ النور" آیت 55)۔ اور اس جابرانہ دورِ حکومت کے بعد کہ جس میں ہم جی رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی بشارت ہے، «**ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ**» "**پھر جبر کی حکومت ہو گی، اور وہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب وہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی۔**" پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے (مسند احمد)۔ لہٰذا خلافت، اللہ کے اذن سے، ضرور واپس آئے گی۔ لیکن اس کے قیام کے لیے سنجیدہ اور انتھک محنت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ قادرِ مطلق کی سنت یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے خلافت کو قائم کرنے اور اپنے وعدے اور اپنے رسول ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے کے لیے آسمان سے فرشتے نہیں بھیجے گا جبکہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ بلکہ وہ

ہماری مدد کے لیے فرشتے تب بھیجے گا جب ہم مستعدی، سنجیدگی، سچائی اور اخلاص کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لیے کام کریں گے۔ تب اللہ ہمیں دونوں جہانوں میں فتح اور کامیابی عطا فرمائے گا، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ حزب التحریر اس مقصد کے لیے کام کر رہی ہے، دل سے اس کی خواہش مند ہے اور اس کے جلد قیام کی منتظر ہے۔ پس اے مسلمانو! جلدی کرو۔ اے اہلِ قوت! جلدی کرو اور دعوت اور نُصرۃ (عسکری مدد) میں شامل ہو جاؤ، اور حزب کے ساتھ مل کر خلافت کے قیام کے لیے جلدی کرو، محض تماشائی نہ بنو۔ کیونکہ اللہ کے اِذن سے فتح قریب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً**﴾ "**بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے**"(سورۃ الطلاق: آیت 3)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾ "**اور اس دن مومن اللہ کی مدد پر خوش ہوں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب اور رحم کرنے والا ہے**"(سورۃ الروم: آیت 4،5)۔ اور ہمارے آخری الفاظ یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہی ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا محبت کرنے والا بھائی، عطا بن خلیل ابو رَشتہ۔

رجب 1447ھ، بمطابق جنوری 2026ء۔

فہرست

عالمی منظر نامے سے آئیڈیالوجیکل اور فکری مباحثوں کی عدم موجودگی اور لیڈران کی بیان بازیوں سے اس امر کی راہ ہموار ہو رہی ہے جو کہ بس آیا ہی چاہتا ہے

الوعی میگزین–شمارہ نمبر 473

تاریخ کے تمام تر اوراق میں تصورات، اقدار اور آئیڈیالوجیکل مباحثہ جات ریاستوں اور رہنماؤں کی نظر میں محض کھوکھلے نعروں کی حیثیت نہیں رکھتے رہے کہ جنھیں وہ دوسروں کے سامنے اچھا تاثر دینے کے لئے استعمال کرتے رہے ہوں۔ بلکہ یہ تصورات، اقدار اور نظریاتی مباحثہ جات ریاستوں اور رہنماؤں کے لئے اس بنیاد کا کردار ادا کرتے رہے ہیں جس کے ذریعے وہ انسانیت کو اپنی جانب مائل کرتے اور اپنے گرد جمع ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ اور جب یہ تصورات، عقائد اور رائے عامہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو یہ ان ریاستوں اور رہنماؤں کو یہ اختیار بھی دے دیتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ان تصورات کو ان چند افراد پر بھی انہیں نافذ کریں جو ان کی مزاحمت کریں اور ان کو قبول کرنے یا ان کے آگے جھکنے سے انکار کرتے ہوں۔

مثال کے طور پر سرمایہ دارانہ نظام جاگیر داری اور تھیوکریسی کے دور کے بعد ایسے نظریات کے ساتھ سامنے آیا جیسے کسی قسم کی ریاستی مداخلت کے بغیر ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر شخصی آزادی، اداروں اور افراد کے درمیان آزادانہ مسابقت، ذاتی مفاد کا اصول، انفرادی اور معاشرتی مفادات کے مابین توازن اور ہم آہنگی، اور اقتصادی سرگرمیوں میں ریاست کی غیر جانبداری وغیرہ۔ سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے لئے عالمی سطح پر یہ رائے عامہ بھی تشکیل دی کہ وہ آزادیوں کے حق میں ہے اور اس آمریت، طبقاتی نظام اور جاگیر داری کے خلاف ہے، جن کے تحت یورپ اور امریکہ کے عوام مشکلات کا شکار تھے۔ لوگوں نے اس رائے کو قبول کیا اور پرانے آمرانہ نظاموں کو گرانا شروع کر دیا، اور ان کی جگہ منتخب حکومتیں قائم کیں جن میں کسی حد تک آزادی اور ملکیت کا ایسا نظام تھا جس کے بارے میں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ انہیں انصاف فراہم کرے گا۔ بعد ازاں یہ نظریات سرحدوں سے ماوراء ہو گئے، اور سرمایہ دارانہ فکر کے حامیوں کو اپنی آئیڈیالوجیکل بالا دستی مسلط کرنے اور اقوام کو اس کی طرف لے جانے کے لیے طاقت کے استعمال کا جواز اور ذریعہ مل گیا۔

پھر سوشلسٹ نظریات ابھر کر سامنے آئے، اور ان کے بعد کمیونزم کا بھی ظہور ہوا، جو ایسے افکار لے کر آئے جو غریب، مظلوم اور کمزور عوام کو بہت بھا گئے — جبکہ یہ وہی طبقہ تھا جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کا ہی پیدا کردہ تھا، اور اسی نظام کی مصیبتوں سے تنگ آ کر وہ لوگ اس نظام کے ظلم کی وجہ سے اس سے ناخوش تھے۔ پھر لوگوں اور تحریکوں نے اس یقین کے ساتھ کمیونزم کے تصور کو اپنانا شروع کیا کہ یہ انہیں سرمایہ داروں اور حکمران طبقے کے خلاف انصاف فراہم کرے گا، جنھوں نے ان کا استحصال کئے رکھا تھا اور ان

کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھا تھا۔ درحقیقت، مشرقی یورپ، روس، اور مشرق وسطیٰ میں رائے عامہ بدل گئی تھی، اور کمیونسٹ حکمران عوام کے درمیان اس بات کے لئے قبولیت حاصل کرنے لگے کہ وہ طاقت کے ذریعے اپنے افکار کو پھیلائیں، جنہیں وہ انسانیت کو بچانے کے ایک ذریعہ کے طور پر پیش کرتے تھے۔

تاہم، یہ فریب جلد ہی ختم ہو گیا، اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظام کی خامیاں اور کرپشن کھل کر ظاہر ہو گئیں۔ مغرب سرمایہ داریت کے نئے روپ یعنی جمہوریت اور شہری آزادیوں کے ساتھ واپس آ گیا، تاکہ وہ دنیا کو اپنی آئیڈیالوجی کے تحت منظم کرے اور بین الاقوامی ادارے اور تنظیمیں قائم کرے جو ان تصورات کو برقرار رکھیں اور انہیں فروغ دیں۔ امریکہ نے اس مشرقی بلاک کے خلاف مغربی بلاک کی قیادت کی، جس کی قیادت روس کر رہا تھا۔ بہرحال امریکہ اور مغرب چھا گئے اور انہوں نے اپنے لئے عالمی رائے عامہ اور وہ جواز بھی تیار کر لیا جو انہیں یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ دیگر ممالک اور عوام کے امور میں مداخلت کریں اور طاقت یا پابندیوں کا استعمال بھی کریں تاکہ جمہوریت اور مبینہ آزادیوں کو فروغ دیا جا سکے۔ اور یوں ہم اس مقام تک آن پہنچے جہاں ہم آج کھڑے ہیں، اور یہ وہ دور ہے جس کو ہم موجودہ حالات میں دیکھ رہے ہیں اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اصل نکتہ یہ ہے کہ روس نے مشرقی کمیونسٹ بلاک کی قیادت کی، جس نے مغربی بلاک کا مقابلہ کیا اور ایک مرحلے پر تو اسے تقریباً شکست دے ڈالی تھی، یا کم از کم اس کے ہم پلہ حیثیت حاصل کر لی۔ روس اس مقام تک اپنے ان آئیڈیالوجیکل بیانیے، اقدار اور افکار کے ذریعے پہنچا تھا، جنہیں اس نے انسانیت اور اپنی عوام کے تحفظ کے ایک ذریعے کے طور پر پیش کیا تھا۔ ان افکار اور تصورات کے بغیر روس دیگر اقوام اور عوام کو اپنے گرد ہرگز جمع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد جب امریکہ نے مغرب کی قیادت سنبھالی تو اس نے خود کو جمہوریت، انسانی حقوق، آزاد منڈیوں کی پالیسیوں اور آزادیوں کا علمبردار بنا کر پیش کیا۔ اور اسی بنیاد پر امریکہ نے مغربی اقوام اور ممالک کو اپنے گرد جمع کیا تاکہ کمیونسٹ خطرہ کا مقابلہ کیا جا سکے اور بالآخر اسے شکست دی جا سکے۔ چنانچہ امریکہ نے ان مغربی اقوام اور ممالک کو صرف طاقت یا رعب سے ہی اکٹھا نہیں کیا بلکہ آئیڈیالوجیکل بیانیے، اقدار اور افکار کے ذریعے اپنے گرد مجتمع کیا۔

اس کے برعکس کی مثال کے طور پر، چین دنیا پر یا اس کے کسی ایک حصے پر، حتیٰ کہ کسی علاقائی خطے کی بھی قیادت نہ کر سکا اور نہ ہی کسی خطے کو اپنے مقاصد اور عزائم کی طرف لے جا سکا ہے، کیونکہ چین نے کوئی واضح اور منفرد آئیڈیالوجیکل فکر اختیار ہی نہیں کی اور نہ ہی اسے عالمی سطح پر فروغ دیا ہے۔ اس کے بجائے وہ کمیونسٹ دور میں روس کے گرد گھومتا رہا، اور پھر سوویت یونین کی شکست کے بعد مغرب کی پیروی کرنے لگا، جس کے نتیجے میں سرمایہ داریت اور کمیونزم کا ایک ناکام امتزاج وجود میں آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چین اپنے وسیع رقبے، بڑی آبادی، دولت اور حالیہ معاشی ترقی کے باوجود دنیا کی، یا حتیٰ کہ بااثر اقوام کی بھی قیادت کرنے سے قاصر رہا ہے۔

چنانچہ دنیا اور اقوام کی قیادت کا معاملہ اس بات سے جڑا ہوا ہے کہ لیڈر اور ریاست کس حد تک اپنے افکار، تہذیب اور ایسی فکری بنیاد کے ذریعے دوسروں کو اپنے گرد جمع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جسے دوسرے قبول کریں یا اسے اپنا لیں۔ مسلمان ماضی میں دنیا کی قیادت کر چکے ہیں، اور اسلامی ریاست ایک ہزار برس سے زائد عرصے تک دنیا کی صفِ اول کی طاقت رہی تھی، اور یہ سب مسلمانوں کی اس نظریاتی فکر، تہذیب اور اقدار کی بدولت تھا جو ان کی تلواروں، معیشت اور عسکری قوت کے آگے بڑھنے سے پیشتر ہی اپنی جگہ بنا لیتی تھیں۔

اقوام اور لوگ بھیڑ بکریوں کا ریوڑ نہیں ہوتے کہ جنہیں لاٹھی کے زور پر ہانک لیا جائے۔ ممکن ہے کہ آپ کچھ عرصے یا کسی مرحلے میں بعض اقوام یا ممالک کو اپنے تابع کر لیں، لیکن آپ انہیں طویل مدت تک نہ تو قیادت کے تحت رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں اپنے گرد جمع رکھ سکتے ہیں، کیونکہ جلد ہی حالات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ غلامی اور لاٹھی و جبر کے شکنجے سے نکلنے کا موقع پا لیتے ہیں۔

دورِ حاظر میں کوئی بھی ذی شعور جو امریکی اور مغربی لیڈران کی بیان بازیوں کا مشاہدہ کر رہا ہو، بالخصوص امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور اس کی وائٹ ہاؤس ٹیم کے بیانات کا، تو وہ یہ ادراک کر لے گا کہ دنیا اور اس کے عوام سے متعلق آئیڈیالوجیکل اور فکری بیانیہ تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ امریکہ اب خود کو دنیا میں آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق کا علمبر دار اور محافظ بنا کر پیش نہیں کرتا، جیسا کہ وہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد سے دعویٰ کرتا رہا تھا۔ اس کے بر عکس، آج کل کا امریکی بیانیہ طاقت، غرور اور ذاتی مفاد پر مبنی ہے۔ اور وہ اپنے فیصلوں اور منصوبوں کو اس منطق کی بنیاد پر فروغ دیتا ہے کہ امریکہ سب سے طاقتور ہے اور دوسروں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ امریکہ کے تاریخی اتحادی، یعنی یورپی ممالک بھی ٹرمپ کی تنقید سے محفوظ نہیں رہے، ٹرمپ نے یورپی ممالک کو کمزور و لاچار قرار دیا اور کہا کہ وہ باتوں کے سوا کچھ کرنے کے قابل نہیں۔ پولیٹیکو میگزین (Politico Magazine) کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں ٹرمپ نے یورپی لیڈران کو کمزور اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم قرار دیا، اور کہا کہ ان کی پالیسیاں حد سے زیادہ اخلاقی درستگی اور محتاط بیانات کا شکار ہیں، جس کے باعث براعظم یورپ امیگریشن اور علاقائی تنازعات جیسے اہم مسائل کو سنبھالنے سے قاصر ہے۔ ٹرمپ کا کہنا تھا: ”میں سمجھتا ہوں کہ وہ کمزور ہیں۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ وہ حد سے زیادہ سیاسی طور پر درست بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ یورپ جانتا ہی نہیں ہے کہ اسے کیا کرنا ہے“۔

جبکہ ٹرمپ نے ترک صدر اردگان، شامی صدر احمد الشرع، سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اور روسی صدر ولادیمیر پیوٹن کے بارے میں اپنی تعریف کا اظہار کیا، اس بنیاد پر کہ وہ مضبوط رہنما ہیں۔

ٹرمپ نے شام میں ہونے والے اس حملے کے بعد بھی، جس میں امریکی فوجی ہلاک ہو گئے تھے، شامی صدر احمد الشرع پر اپنے مسلسل اعتماد کی تصدیق کی اور انہیں ایک مضبوط شخصیت قرار دیا۔ اسی طرح، مصر میں ہونے والی غزہ سربراہی کانفرنس سے قبل اردگان سے گفتگو کے دوران ٹرمپ نے اردگان کے ترجمہ نگار سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص کتنا مظبوط آدمی ہے؟ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ میں واقعی اسے پسند کرتا ہوں"، اور ٹرمپ نے اردگان کو ایک "کڑے حالات کا شخص" قرار دیا۔

حتیٰ کہ روسی صدر پیوٹن، جنہیں بظاہر ٹرمپ اور ان کی انتظامیہ کی جانب سے تنقید اور حملوں کا ہدف ہونا چاہیے تھا، انہیں بھی ٹرمپ کی جانب سے ان کی طاقت و مضبوطی کے باعث سراہا گیا۔ امریکی انتظامیہ کے ایک سابق اعلیٰ عہدیدار کے مطابق، ٹرمپ پیوٹن سے اس لئے متاثر ہیں کیونکہ پیوٹن ایک مضبوط حکمران ہے اور اپنے ملک پر مکمل کنٹرول رکھتے ہیں۔ اور اس سابق عہدیدار نے مزید کہا کہ امریکی صدر عام طور پر دیگر رہنماؤں کے مقابلے میں مضبوط رہنماؤں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی طرح، ٹرمپ نے محمد بن سلمان اور قطر کے امیر کی بھی ان کی معاشی طاقت اور مالی صلاحیتوں کے باعث تعریف کی۔

امریکی انتظامیہ کی توجہ طاقت، مال اور معیشت پر مرکوز ہے، اور یہ وہ حقیقت ہے جسے ٹرمپ اور اس کی انتظامیہ ٹیم چھپاتے بھی نہیں ہیں بلکہ یہی حقیقت ان کی تقاریر اور عملی اقدامات پر غالب نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ آئیڈیالوجی بھی جس کی بنیاد پر ٹرمپ اور اس کی نئی ٹیم ابھر کر سامنے آئی ہے، وہ میگا (آئیں امریکہ کو پھر سے عظیم بنا دیں - MAGA: Make America Great Again) کا نظریہ ہے، جو ایک ایسا نعرہ ہے جو خود پسندی کی عکاسی کرتا ہے، اور ٹرمپ اور اس کے حامیوں کے معیار کے مطابق، سب سے پہلے ہر اس شخص کو مسترد کرنے کی بات کرتا ہے جو امریکی نہ ہو۔ یہ بات عملی واقعات میں بھی واضح جھلکتی ہے، خصوصاً امریکی امیگریشن اینڈ کسٹمز انفورسمنٹ (ICE) ایجنسی کے اقدامات میں، جو کہ امریکی محکمۂ ہوم لینڈ سکیورٹی (Homeland Security) کا ایک ذیلی ادارہ ہے، اور جو ایک مقامی سرکاری ادارہ ہونے کے باوجود دنیا بھر میں بدنام ہو چکا ہے۔

دنیا بھر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سرکردہ ریاست کے مؤقف اور طرزِ قیادت پر مسلسل نظر رکھے اور اس کا جائزہ لیتی رہے۔ آج امریکہ اور اس کے اقدامات، ان اقدار، اصولوں اور آئیڈیالوجیکل بیانیے سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے جنہوں نے امریکہ کو عالمی طاقت ہونے کی چوٹی تک پہنچا دیا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اقوام اور لوگ امریکہ اور اس کی قیادت سے دور ہوتے جائیں گے، اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ صف بندی کرنے کے بجائے متبادل راستے اور نئی سمتیں اختیار کرنا شروع کر دیں گے۔ یہ بات امریکہ پر بھی صادق آتی ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر یورپ کے ان ممالک اور دیگر بڑی طاقتوں پر بھی، جو ابھی تک امریکہ کی عالمی قیادت کی سطح تک بھی نہیں پہنچ سکیں۔ وہ امریکہ اور اس کے لیڈران کے مقابلے میں کہیں زیادہ کمزور اور بدتر پوزیشن میں ہیں۔

وہ یورپی ممالک، جو امریکی قیادت اور مغربی فکر سے سب سے زیادہ ہم آہنگ ہیں، انہوں نے آہستہ آہستہ دفاعی پالیسی، اقتصادی اور عالمی امور میں سیاسی موقف کے حوالے سے امریکہ سے اپنی راہیں الگ کرنا شروع کر دی ہیں۔ تاہم، اپنی کمزوری کے باعث، وہ اب تک اپنے آپ کو بڑی حد تک الگ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں، لیکن بہرحال یہ صرف کچھ وقت کی ہی بات ہے۔ یہی حقیقت لاطینی امریکہ، چین، بھارت اور دنیا کے دیگر ممالک پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ملک اپنی طاقت اور حالات کے مطابق خود کو آزاد کرنے اور عارضی متبادل کی کوشش کر رہا ہے، یہاں تک کہ ایک نئی عالمی قیادت سامنے آئے جو ایسی اقدار اور افکار کے ساتھ دنیا کی رہنمائی کرے جو لوگوں کو متحد کرے اور ریاستوں کو اپنی طرف راغب کرے۔

بلاشبہ، موجودہ دور کے ممکنہ اور متوقع حالات میں واحد امیدوار، جلد آنے والی اسلامی ریاست ہی ہے۔ اسلامی ریاست ہی واقعی عالمی قیادت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اہل ہے، اور اپنی آئیڈیالوجی اور اقدار کے ذریعے اقوام کو اپنی طرف راغب کر سکتی ہے، جن کی دنیا کو شدید ضرورت ہے، خاص طور پر اس کے بعد کہ کئی نسلیں سرمایہ داریت اور سوشلسٹ نظام کے ظلم و ستم کا شکار رہی ہیں۔ اگر مغرب، جس کی قیادت امریکہ کر رہا ہے، اسی طرح اپنے آئیڈیالوجیکل بیانیے اور اصولوں و اقدار کی زبان کو ترک کرتا رہا، جو کہ بہرحال صاف ممکن بھی نظر آتا ہے، تو اس سے مغرب کے زوال کی رفتار بڑھ جائے گی اور اسلام کے عروج اور اس کے دوبارہ اقتدار اور قیادت کے سامنے مغرب کی گراوٹ اور کمزوری تیز ہو جائے گی۔ دورِ حاظر میں دنیا میں جو کچھ رونما ہو رہا ہے، وہ مستقبل کی بنیاد رکھ رہا ہے: یعنی موجودہ قیادتوں کا خاتمہ، جو خود بھی ناکام ہو چکی ہیں اور اپنے عوام اور دنیا کو دینے کے لئے بھی ان کے پاس اب کچھ نہیں رہا، اور ایک نئی عالمی قیادت کا سامنے آنا، جو دنیا کی رہنمائی کرے گی اور جس کے گرد اقوام جمع ہوں گی۔ جب ہم اسلام کو دنیا کے لیے ایک تہذیبی اور قیادتی متبادل کے طور پر پیش کرتے ہیں، تو اس سے مراد ایسی تہذیب اور قیادت ہے جس کی ایک طویل تاریخ رقم کردہ ہے، ایک بھرپور ورثہ ہے، اور ایک ثابت شدہ ریکارڈ ہے جسے انسانیت پہلے بھی دیکھ چکی ہے۔ اور یہ معاملہ اب بس آیا ہی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَتِلْكَ ٱلْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ ٱلنَّاسِ**﴾ **"ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں"۔** [آل عمران؛ 3:140] اور مزید ارشاد فرمایا، ﴿**إِنَّ ٱلْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ وَٱلْعَـٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ**﴾ **"بیشک زمین اللہ ہی کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، اس کا وارث بنادے۔ اور بہترین انجام متقی لوگوں کے لئے ہے"۔** [الاعراف؛7:128]

فہرست

شکست اور مغلوبیت کی ثقافت

استاد ابو نزار الشامی

[حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے زیر اہتمام ہفتہ 21 رجب 1447ھ مطابق 10 جنوری 2026ء کو پارٹی کے چینل (الواقیہ) پر "خلافت امت کا فیصلہ کن مسئلہ ہے" کے عنوان سے منعقدہ سالانہ خلافت کانفرنس کی تقاریر سے اقتباس]

جسم پر حملہ کرنے والی بیماریوں میں سب سے خطرناک وہ ہیں جو مدافعت کے نظام کو نشانہ بناتی ہیں۔ کیونکہ اگر مدافعت کا نظام کمزور ہو جائے تو جسم کے راستے جراثیموں کے لشکروں کے لیے کھل جاتے ہیں جو بغیر کسی روک ٹوک اور نگرانی کے اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ دو نمایاں خوبیاں جو ریاستِ خلافت کے سائے میں زندگی کو ممتاز کرتی تھیں اور آج ہم جن کے کھو جانے کی تلخی محسوس کر رہے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

پہلی خوبی: وہ فکری تحفظ کی حالت تھی جو ایک مضبوط فکری ڈھال کی مانند تھی جس کے ذریعے ریاستِ خلافت معاشرے کی حفاظت کرتی تھی، تاکہ اسے ہر قسم کی فکری گندگی اور شکوک و شبہات سے بچائے اور اسلامی فکر کو محفوظ، خالص اور پاکیزہ رکھے۔ اسلامی تاریخ اور اس کے عظیم فقہاء نے ایسے مشہور مناظرے دیکھے ہیں جنہوں نے فتنہ پروروں کا خاتمہ کیا، انہیں دفن کر دیا اور فتنہ بھڑکانے والوں کی زبانیں بند کر دیں۔

دوسری خوبی: لوگوں میں فخر، وابستگی اور بااختیار ہونے کا عمومی احساس تھا؛ وہ احساس جو خلافت کی گلیوں میں چلنے والے ایک مسلمان کو یہ اطمینان دلاتا تھا کہ وہ ایک مضبوط سہارے سے جڑا ہوا ہے۔ اس کا دل اس وقت عزت و وقار سے بھر جاتا جب وہ امیر یوسف بن تاشفین کی الفونسو کی فوج پر اس فتح کی خبر سنتا جس نے طلیطلہ کو آزاد کرایا تھا۔ وہ فتح کے گیت اور جشن دیکھتا جو فاتح لیڈر الپ ارسلان کی ملاذکرد کی جنگ سے واپسی پر منائے جاتے تھے، جس نے اناطولیہ کے راستے کھول دیے تھے۔

بچے ہوں یا خواتین، وہ اپنے امراء کے سامنے پوری ثابت قدمی سے کھڑے ہوتے، ان کا محاسبہ کرتے یا ان سے سوال کرتے، بغیر اس کے کہ حکمرانوں کی شان و شوکت اور دبدبہ ان کی کمر توڑ دے یا ان کی زبانیں گنگ کر دے۔ وہ حکمران کو محاسبے کے قابل سمجھتے تھے نہ کہ محاسبے سے بالاتر؛ وہ اسے شریعت نافذ کرنے والا سمجھتے تھے نہ کہ شریعت کا مالک، بلکہ شریعت ہی ان پر اور تمام لوگوں پر غالب تھی۔ اسی وجہ سے اکثر خلفاء نظم و ضبط کے پابند رہے اور قائدین، سفراء اور فاتحین کی ایسی نسل پیدا ہوئی جس نے کبھی سر جھکانا یا شخصیات کی خوشامد کرنا نہیں سیکھا، بلکہ ایسی عزت سیکھی جو کجی کو سیدھا کر دیتی اور منحرف شخص کو خوفزدہ کر دیتی تھی۔

یہ دو عظیم خوبیاں: ایک فکری تحفظ جو اسلامی مفاہیم کو ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک رکھتا ہے، اور اس دین پر فخر کا احساس جو ہر روز فتوحات کی تاریخ رقم کرتا ہے، ہماری اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ رہیں اور انہوں نے مسلمان کی شخصیت کو اس قدر مضبوط بنایا کہ وہ طاقتور، پر وقار بن گئی اور کمزور ہونے یا گمراہ کیے جانے سے محفوظ ہو گئی۔

کافر استعمار نے ریاستِ خلافت کو منہدم کرنے کے بعد ان دو خوبیوں کو نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس بات سے غافل رہا کہ یہ خوبیاں مسلمان مردِ آہن کو گرنے کے بعد دوبارہ جلد بیدار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنی تمام تر فکری طاقت اس پر مرکوز کر دی اور اپنے میڈیا اور ثقافتی بیڑوں کو میدان میں اتار دیا، جنہیں علماءِ سوء، بدعنوان سیاستدانوں اور فتنہ پروروں کی حمایت حاصل تھی۔

اس سب کا مقصد ایک ایسے مسلمان کا نمونہ تیار کرنا تھا جو اپنے آپ پر اور اپنی امت پر اعتماد کھو چکا ہو، جس کی اپنے دین کے بارے میں سمجھ بوجھ متزلزل ہو، اور نتیجے کے طور پر ایسا مسلمان آسانی سے گمراہ ہو جائے، دھوکہ کھا جائے، دوسروں کے زیرِ اثر آ جائے، مغربی تہذیب میں تیزی سے ضم ہو جائے اور اپنی امت کی حرمتوں کی پامالی پر غیرت کھو بیٹھے۔

جہاں تک شکست کی ثقافت کو جڑ پکڑوانے کا تعلق ہے، تو اس کا بیڑ ابنیادی طور پر ان علماء نے اٹھایا جو خود اندر سے ہارے ہوئے ہیں، یا وہ مفاد پرست ہیں جو لوگوں میں شکست کی ثقافت کو فروغ دینے کے بدلے حکمرانوں کے دستر خوانوں کے ٹکڑے توڑتے ہیں۔

ایک مسلمان نوجوان وضو کرتا ہے اور پھر جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہے، اس کا دل برما میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم یا چین میں اویغور مسلمانوں کے قتلِ عام پر غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ اس امید پر مسجد میں داخل ہوتا ہے کہ شاید کوئی ایسی بات سنے جو اس کے حوصلے بلند کرے یا اس کی مایوسی کو دور کرے، لیکن وہ دیکھتا ہے کہ خطیب منبر پر ہاتھ میں ایک بھاری کوڑا لیے ہوئے ہے اور پھر وہ نمازیوں کو بے رحمی سے لتاڑنا شروع کر دیتا ہے کہ: "ہم ایک ایسی امت ہیں جس میں کوئی خیر نہیں، تم ایسی نسل ہو جو نصرت کے مستحق نہیں، تمام قومیں تم سے آگے نکل چکی ہیں...!!"۔ یوں وہ مسلمان مسجد سے اس حال میں نکلتا ہے کہ خطیب کے کوڑوں نے اس کی کھال ادھیڑ دی ہوتی ہے، جس سے اس کی مایوسی مزید تاریک اور اس کی ناامیدی مزید شدید ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاس امید کی کوئی رمق باقی بچی بھی ہو، تو میڈیا اسے بجھانے اور ختم کرنے کا کام سنبھال لیتا ہے۔

میڈیا اور علماء کے بعد باقاعدہ تعلیمی نصاب، فاسد سوشل میڈیا سائٹس اور مغرب کے زہر سے متاثرہ دانشوروں کے قافلے آتے ہیں۔ یہ سب مل کر اندرونی طور پر شکست کی ثقافت کو راسخ کرنے اور ایسے شکوک و شبہات پھیلانے کے لیے کام کرتے ہیں جو مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنے میں ڈال دیں۔

بالآخر، ہر کوئی ایک ایسے شکست خوردہ مسلمان کا نمونہ تیار کرنے پر خوشیاں مناتا ہے جو اسلامی غیرت و حمیت سے محروم ہو، اپنے دین کی سیاست اور اس میں اپنے کردار سے ناواقف ہو، اور حکمرانوں کو 'معصوم' سمجھتا ہو؛ یہاں تک کہ ان کے کیے گئے ہر حرام کام کو جائز سمجھنے لگے، چاہے اسے اس جواز کی حقیقت کا علم ہی نہ ہو۔

صرف یہی نہیں، بلکہ شکست کی اس ثقافت نے ایک ایسی نسل پروان چڑھائی ہے جو 'نبیِ عزت و سرفرازی' ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں موجود وقار اور سربلندی کے لاتعداد پہلوؤں کو دیکھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہے۔ وہ جب سیرت پڑھتے ہیں تو ان کی نظر صرف رخصتوں اور استثنائی صورتوں پر ہی ٹھہرتی ہے۔ ہم ان کی زبان سے صرف یہی جملے سنتے ہیں کہ "ہم نہیں کرسکتے"، "ہم مجبور ہیں"، "مغرب ہم سے زیادہ طاقتور ہے"؛ وہ شموخ اور عزیمت کے صفحات میں (معاہدۂ حدیبیہ کے وقت) "اے علی، اسے مٹادو" یا "ان سے بچاؤ کے لیے بچنا (تقیہ)" جیسی باتوں کے سوا کچھ نہیں دیکھتے، اور وہ بھی نصوص کے معانی، ان کی شرائط، ان کی بنیادوں، ضوابط اور سیاق وسباق پر غور کیے بغیر۔ اس طرح 'ولاء' (وفاداری) کے تمام اصول اور 'اقتداء' (پیروی) کے تمام اصول مٹ جاتے ہیں، اور ان بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جن کی مضبوطی کے لیے صحابہ کرامؓ نے اپنا خون بہایا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بردبار داعی بھی حیران و پریشان رہ جاتا ہے کہ اسے یہ ثابت کرنے کے لیے بھی خطابات اور لیکچرز کا سہارا لینا پڑ رہا ہے کہ حرام، حرام ہے اور واجب، واجب ہے!!۔

خدا کے لیے بتائیے، ظالم و جابر حکمران (طواغیت) اس جیسی نسل سے بڑھ کر اور کیا تمنا کرسکتے ہیں؟۔

ایسے نوجوان جو قاتلوں کے ساتھ تعلقات کی استواری کو "سیاسی حکمتِ عملی"، مغرب کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو "مرحلہ وار تدبیر" اور شریعت کی معطلی کو "میکیاولیائی رخصت" سمجھیں۔

جی ہاں میرے بھائیو!

یہ شکست خوردہ لوگ ہی ظالموں کے بہترین مددگار اور ان کی لاٹھی ہیں؛ یہ وہ نشہ آور دوا ہیں جو غیرت مندوں کے عزم کو مفلوج کر دیتی ہے اور ان کی بیداری کو کچل دیتی ہے۔

اے شکست خوردہ لوگو! ہوش میں آؤ اور اپنی آنکھیں کھولو، ہوش میں آؤ کیونکہ تاریخ نشے میں دھت لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتی۔

اپنے میڈیا سے پوچھو: زمین کے چھ براعظموں میں اللہ کے فضل سے "دعوتِ خلافت" کے زبردست پھیلاؤ کی کوریج کہاں ہے؟! اسٹریٹجک اسٹڈیز کے عالمی مراکز جیسے 'پیو گلوبل' (Pew Global) اور 'پرنسٹن سینٹر' کے ان عالمی سروے کے نتائج کی رپورٹنگ

کہاں ہے جن کے اعداد و شمار اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسلم عوام شریعت کے سائے میں جینے کے لیے تڑپ رہے ہیں؟۔ ہمیں یہ سب تو سنائی نہیں دیتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہی میڈیا ان داعیوں کی گرفتاریوں اور ان کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کی خبریں بڑے ذوق و شوق سے نشر کرتا ہے؛ کیوں؟ کیونکہ گرفتاریوں کی خبریں حوصلے توڑتی ہیں اور نفسیاتی شکست کو مزید گہرا کرتی ہیں۔

یہ میڈیا ان ہزاروں عیسائیوں، یہودیوں اور دہریوں کے بارے میں خاموش کیوں ہے جو گمراہی کی زندگی چھوڑنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ یہاں تک کہ برطانوی اخبار 'دی گارڈین' نے بار بار یہ انتباہ جاری کیا ہے کہ یہ اسلام دنیا کا تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب (The Fastest Growing Religion) ہے؛ بلکہ ان کے حساب کتاب کے مطابق محض چار دہائیوں کے اندر ہمارا دین عالمی سطح پر پہلی پوزیشن حاصل کر لے گا اور دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔ یہ سب اس وقت ہو رہا ہے جب مسلمانوں کی نہ کوئی خلافت ہے، نہ کوئی مرکز اور نہ کوئی قیادت، بلکہ اس وقت تو ہمیں اسلام کی تصویر بگاڑنے اور اس کے ماننے والوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ایک منظم عالمی جنگ کا سامنا ہے۔

ہم اللہ کے واسطے اس اندھے میڈیا اور ان کوڑے برسانے والے 'جلاد' مشائخ سے پوچھتے ہیں: کیا آج ہماری امت میں موجود حفاظ، فقہاء، مجاہدین، داعیوں اور ہیروز کے لشکر تمہاری گفتگو کے زیادہ حقدار نہیں ہیں، بجائے اس کے کہ تم بدکاروں، سمجھوتہ کرنے والوں اور مغرب کے پجاریوں کے قصے سناؤ؟!۔ کیا اپنی امت میں موجود طاقت کے مراکز پر توجہ مرکوز کرنا، جو کہ بہت زیادہ ہیں، تمہارے لیے اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم ہر روز ٹی وی اسکرینوں اور منبروں پر ایک بین کرتی ہوئی عورت کا سا کردار ادا کرو؟!۔

اور ظاہر ہے کہ شکست کے ابواب اس وقت تک مکمل نہیں ہوتے جب تک ایسے شکوک و شبہات نہ پھیلائے جائیں جو مسلمان کی فکر کو متزلزل کر دیں اور اس کے مفاہیم کو خلط ملط کر دیں۔ یہ وہ شکوک و شبہات اور باطل نظریات ہیں جن کا مقصد اسلام کو سیکولر بنانا ہے اور اسے اس کی عزت، قوت اور اصل جوہر سے خالی کرنا ہے؛ تاکہ اسے محض گھر کی چاردیواری تک محدود رسمی اور پروہتانہ عبادات میں بدل دیا جائے جو منہجِ نبوت، سیرتِ قائد ﷺ اور خلفائے راشدین کی عظیم سیاست سے کوسوں دور ہوں۔

یہ شکوک و شبہات ان فکری منشیات کی طرح ہیں جو اعصاب کو شل کر دیتی ہیں اور انسان کو عمل سے روک دیتی ہیں:

"تبدیلی کی دعوت چھوڑو اور بیٹھ کر مہدی کا انتظار کرو"، "بیٹھ جاؤ اور سیاسی کام چھوڑ دو"، "بیٹھ جاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جماعتی و گروہی تعاون ترک کر دو"، "بیٹھ جاؤ کیونکہ اسلام میں کوئی سیاسی نظام نہیں ہے"، "بیٹھ جاؤ کیونکہ تمہارے یہ ظالم حکمران ہی تمہارے 'ولاۃ امر' (حکام) ہیں جن کے خلاف تبدیلی کی کوشش جائز نہیں"، "بیٹھ جاؤ کیونکہ غلطی تمہاری ہے حکمرانوں کی نہیں"، "یہ نسل نصرت والی نسل نہیں ہے"، "بیٹھ جاؤ اور اسلام کی کڑیوں کو ایک ایک کر کے ٹوٹتے ہوئے دیکھتے رہو..."۔

یہ وہ منشیات ہیں جنھوں نے ہمتوں کو پست اور حمیت و غیرت کو کمزور کر دیا ہے، یہاں تک کہ نوجوان حیران و پریشان ہو گئے ہیں؛ وہ اپنے قریب ترین بھائی سے بھی ڈرتے ہیں اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔

خاص طور پر اس لیے بھی کہ اس "ناقص مال" کے بیوپاریوں کے لیے ٹی وی چینلز کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں، ان پر لاکھوں ڈالرز خرچ کیے جاتے ہیں، اور انہیں 'مفکرِ اسلام'، 'علم العلامہ' اور 'بحر العلوم' جیسے القابات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سب مل کر اس بیچارے مسلمان کا پیچھا کرتے ہیں؛ اس کے ٹی وی میں، اس کے موبائل میں، اس کی کتابوں کے صفحات کے درمیان اور اس کی یونیورسٹی اور مسجد کی دیواروں کے اندر!۔

اے جوانو! اے بھائیو اور بہنو!

ہمارے دین میں ہونے والی اس تحریف کو روکنے والا آپ کے سوا کون ہے؟ آپ کے بازوؤں کے سوا کون ہے جو اسلام سے اس تکلیف دہ صورتحال کو دور کرے؟ پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے: «يَحمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الجَاهِلِينَ» "اس علم (دین) کو ہر آنے والی نسل کے دیانتدار لوگ سنبھالیں گے، وہ غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی جھوٹی نسبتوں اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو اس سے دور کریں گے"۔

کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ اس نسل کے وہ دیانتدار لوگ بنیں؟ اپنے دین کو اس کے حقیقی علماء سے سیکھیں۔ اور اس کے حقیقی علماء کی اکثریت آپ کو نہ تو سیٹلائٹ چینلز پر ملے گی اور نہ ہی حکمرانوں کے دستر خوانوں پر۔ ہر اس پکار سے ہوشیار رہیں جو آپ کو بیٹھ جانے، مایوس ہونے یا ان مسلمہ اصولوں کو متزلزل کرنے کی دعوت دے جنہیں آپ کے بزرگ فقہاء نے اپنی روشنائی سے لکھا اور آپ کے خلفاء و امراء نے اپنے خون سے ان کا دفاع کیا۔

آپ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: «لَا تَفُتُّوا فِي أَعْضَادِ النَّاسِ» "لوگوں کے حوصلے پست نہ کرو"؛ آپ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: «بَشِّرْ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالرِّفْعَةِ، وَالدِّينِ وَالنَّصْرِ وَالتَّمْكِينِ فِي الْأَرْضِ» "اس امت کو بلند مرتبے، رفعت، دین، نصرت اور زمین میں غلبے و تمکین کی خوشخبری سنا دو"۔

اللہ کے اذن سے وہ ہم ہی ہوں گے، کوئی اور نہیں، اور ہماری ہی نسل ہو گی کوئی اور نہیں، جو اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے اس تبدیلی کا مشاہدہ کرے گی۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اپنی امت پر اعتماد کریں جس کی بیداری سے مغرب اور اس کے بڑے بڑے ستون لرز رہے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ امت کتنے ہی ہیروز اور نیک لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔

آپ کوڑا کرکٹ نہیں ہیں، ورنہ مغرب اور اس کے ایجنٹ آپ کے خلاف کیوں لڑتے اور آپ کے اتحاد سے کیوں خوفزدہ ہوتے؟ آپ وہی ہیں جنھوں نے امریکہ کو شکست دی اور افغانستان کی مٹی میں بارہا اس کی ناک رگڑی۔ آپ ہی وہ ہیں جنھوں نے چار ایسے نظاموں کو گرا دیا جن کے بارے میں لوگ سمجھتے تھے کہ انہیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ آپ ہی وہ ہیں جو فلسطین میں قربانیاں دے رہے ہیں اور وہاں کے مجاہدین نے غزہ کی مٹی میں یہودیوں کی ناک رگڑ دی ہے۔

آپ کتنے عظیم ہیں اور آپ کی امت کتنی عظیم ہے! یہ اپنی اس ہمہ گیر، پرکشش اور دلائل سے بھرپور عقیدے کی وجہ سے کتنی عظیم ہے، جس کی کمی کی وجہ سے دنیا کے دیگر نظام بدحالی کا شکار ہیں اور اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں۔

امت اپنے نوجوان بیٹوں کی وجہ سے کتنی عظیم ہے! مغرب، جس کی کمر بوڑھوں کی کثرت کی وجہ سے جھک چکی ہے، وہ کتنی تمنا کرتا ہے کہ اس کے پاس بھی وہی جوانی، ہمت اور تازگی ہوتی جو آپ کے پاس ہے۔

ہماری امت اپنے جغرافیائی مقام اور خشکی وتری کے ان خزانوں کی وجہ سے کتنی عظیم ہے جو اللہ نے ہمیں عطا کیے اور جن سے زمین کے بدنصیب اور آوارہ گرد محروم رہے۔

ہم اپنے رب کی اس شریعت کی وجہ سے کتنے عظیم ہیں جس نے ماضی میں انسانیت کی قیادت کی اور جو آج تنہا ہمیں نجات دلانے کی صلاحیت رکھتی ہے، بلکہ امریکہ، یورپ اور روس کو بھی سرمایہ داریت (کیپٹلزم) کی اس دلدل سے نکال سکتی ہے جس میں خود وہاں کے رہنے والے بھی بدحال ہیں۔

اللہ کی قسم! آپ کے پاس صرف ایک حقیقی ربانی قائد کی کمی ہے، جس کے گرد آپ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت پر بیعت کرکے اکٹھے ہو جائیں، تاکہ وہ اس زمین کو عدل وانصاف اور نور سے بھر دے جس طرح یہ ظلم وجور سے بھر چکی ہے۔

اے اللہ! (ہمارے اوپر) اس دور کو مزید طویل نہ فرما اور ہمیں اس (تبدیلی) کے گواہوں، اس کے سپاہیوں اور اس کے مددگاروں میں شامل فرما۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

فہرست

یمنی مسئلے کو اس قدر شدید حد تک بحران زدہ بنانے کے پیچھے کیا عوامل کار فرما ہیں؟

سوال وجواب

سوال:

یمن کی صدارتی کونسل کے ایک رکن، عیدروس الزبیدی کی قیادت میں یمن میں "جنوبی عبوری کونسل" (Southern Transitional Council) کی جانب سے یمن کے علاقے، حضرموت اور المهرة میں اپنی فوجیں تعینات کرنے کے بعد سے حالات کافی پیچیدہ ہو گئے ہیں؛ جنوبی عبوری کونسل کے سربراہ، رشاد العلیمی نے متحدہ عرب امارات کے ساتھ مشترکہ دفاعی معاہدہ ختم کر دیا اور مطالبہ کیا کہ وہ 24 گھنٹوں کے اندر اندر اپنی افواج یمن سے واپس بلا لے۔ سعودی عرب نے فوری طور پر اس کی تائید کی اور یمن کے شہر، المکلا کی بندرگاہ پر موجود متحدہ عرب امارات کے ہتھیاروں پر بمباری کی، اور پھر سعودی عرب نے مطالبہ کر دیا کہ متحدہ عرب امارات، رشاد العلیمی کے مطالبے پر عمل کرتے ہوئے اپنی فوجیں یمن سے نکال لے۔ اس کے بعد متحدہ عرب امارات نے اپنی افواج واپس بلا لیں، اور بالآخر عیدروس الزبیدی متحدہ عرب امارات کی طرف فرار ہو گیا... تو پھر یمنی مسئلے کو اس قدر شدید بحران کی طرف دھکیلنے کے پیچھے کیا عوامل کار فرما ہیں؟ کیا برطانیہ یمن میں اپنے حامیوں کو کھو رہا ہے؟ اور کیا اس تنازعہ کا کوئی بین الاقوامی پہلو بھی ہے؟

براہِ مہربانی وضاحت فرما دیں۔

جواب:

ان معاملات کو واضح کرنے کے لئے، ہم پہلے یہ وضاحت کریں گے کہ آخر یہ بحران کیسے وجود میں آیا، اور پھر یہ کہ ان واقعات کے نتائج اور پیدا ہونے والی صورتِ حال کس سمت جا سکتی ہے:

اول: بحران کی تشکیل کا مقامی پہلو

1- ظاہری طور پر یہ بحران اس وقت شروع ہوا جب یمنی عبوری کونسل — جو جنوبی یمن کی ریاست کی بحالی کے منصوبے کی سب سے شدید حامی ہے — نے حضرموت اور المهرة پر کنٹرول حاصل کرنے اور عمرو بن حبریش کی قیادت میں قبائلی اتحاد کی افواج کو تیل کی تنصیبات سے بے دخل کرنے کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں۔ "جنوبی عبوری کونسل کے وفادار یمنی دستوں نے جمعرات کی صبح اعلان کیا کہ انہوں نے حضرموت صوبے کے علاقے المسيلة میں تیل کمپنیوں سے متعلق مقامات پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ یہ کارروائی ایک فوجی تعیناتی کے بعد عمل میں آئی جس میں تیل کے کنویں، ان کے گردونواح کی تنصیبات اور تیل کی رسد کے راستے شامل تھے۔ یہ پیش رفت حضرموت قبائلی اتحاد (Hadramawt Tribal Alliance) سے وابستہ افواج کے علاقے میں اپنے ٹھکانوں سے انخلاء کے بعد ہوئی، جو بعض مقامات پر محدود جھڑپوں کے بعد عمل میں آیا..." (بی بی سی، 04 دسمبر، 2025ء)۔

2- الجزیرہ نے 03 دسمبر، 2025ء کو رپورٹ کیا کہ محمد القحطاني کی سربراہی میں ایک سعودی وفد، صوبہ حضرموت کے دارالحکومت المکلا پہنچا اور وہاں موجود فریقین کو اکٹھا کیا۔ ایک معاہدہ طے پایا تاکہ کشیدگی ختم کی جا سکے، اور اس مقصد کے لئے ایک مفاہمتی یادداشت پر دستخط کئے گئے۔ "حضرموت کے گورنر ہاؤس کے میڈیا آفس کے ایک بیان کے مطابق، اس معاہدے پر حضرموت کے گورنر سالم احمد الخنبشي اور صوبے کے پہلے ڈپٹی گورنر اور حضرموت قبائلی اتحاد کے سربراہ شیخ عمرو بن علی بن حبریش نے دستخط کئے" (سکائی نیوز، 04 دسمبر، 2025ء)۔ یہ بھی طے پایا کہ سعودی وفد اس معاہدے پر عمل درآمد کی یقین دہانی کرنے کے لئے حضرموت میں ہی قیام کرے گا۔

3- (حضرموت قبائلی اتحاد کے سربراہ شیخ عمرو بن حبریش، جو یمن کے مشرق میں واقع اس تیل سے مالا مال صوبے کے لئے خود مختار حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرموت کو ایک مسلح بیرونی یلغار کا سامنا ہے جو ساحلی اور بالائی علاقوں میں واقع مقامات کو نشانہ بنا رہی ہے اور اس کی تیل کی تنصیبات کے لئے خطرہ ہے۔ شیخ عمرو بن حبریش نے ایک ٹیلی ویژن خطاب میں جنوبی عبوری کونسل کی افواج پر الزام لگایا کہ "انہوں نے قبائلی اتحاد کے ٹھکانوں پر ڈرون حملوں کے ذریعے دھوکہ دہی سے حملہ کیا، جو مقامی حکام

اور حضرموت قبائلی اتحاد کے درمیان طے پانے والے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی ہے، جس کے نتیجے میں ہلاکتیں ہوئیں اور لوگ زخمی ہوئے ہیں"(العربي الجديد، 09 دسمبر، 2025ء))۔

بہر حال سعودی عرب نے ان پیش رفتوں کو مسترد کر دیا۔[میجر جنرل محمد القحطاني (جو یمن سے متعلق خصوصی کمیٹی کے سربراہ ہیں) اور اس موجودہ سعودی وفد کے سربراہ بھی ہیں، جو حضرموت صوبے کا دورہ کر رہا ہے، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ان کا ملک حضرموت میں استحکام کے موقف کی حمایت کرتا ہے اور "کسی بھی قسم کی طاقت کے ذریعے حقائق مسلط کرنے کی کوشش" کو مسترد کرتا ہے۔]

4- دریں اثناء یمنی صدارتی قیادت کی کونسل کے سربراہ، رشاد العلیمی نے سعودی عرب کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کا موقف اپنایا۔ "العلیمی نے کسی بھی ایسی انفرادی کارروائی کی قطعی مخالفت کی جو امن و استحکام کی راہ میں رکاوٹ بنے اور قانونی حکومت کی اتھارٹی کو نقصان پہنچائے، اور انہوں نے حضرموت میں طے پانے والے جنگ بندی معاہدے کی مکمل پابندی پر زور دیا۔ رشاد العلیمی نے یہ بیانات عبوری یمنی دارالحکومت عدن سے سعودی عرب کی طرف روانگی سے قبل دیئے" (جریدہ القدس، 05 دسمبر، 2025ء)۔

5- اور جب سعودی کوششیں صورتحال کو متحدہ عرب امارات کی جانب سے عبوری کونسل کی افواج کو حضرموت اور المهرة کی طرف بھیجنے سے پہلے والی پوزیشن پر بحال کرنے میں ناکام ہو گئیں، یعنی معاملہ ایک بند گلی میں پہنچ گیا، تو بحران مزید شدت اختیار کر گیا اور اس نے علاقائی رخ اختیار کر لیا۔ "یمنی صدارتی قیادت کی کونسل کے سربراہ، رشاد العلیمی نے منگل کے روز متحدہ عرب امارات کے ساتھ مشترکہ دفاعی معاہدہ منسوخ کرنے کا فیصلہ جاری کر دیا اور اماراتی افواج کو یمن سے نکلنے کے لئے 24 گھنٹے کا وقت دے دیا" (آر ٹی، 30 دسمبر، 2025ء)۔ رشاد العلیمی نے ہوم لینڈ شیلڈ فورسز (Homeland Shield Forces) (جو وزارت دفاع کے ماتحت ہیں) کو پیش قدمی کرنے اور دونوں صوبوں کے تمام فوجی کیمپوں کا کنٹرول سنبھالنے کا حکم بھی دے دیا۔

6- سعودی عرب نے فوری طور پر اس اقدام کی تائید کی، جس کے بعد سے بحران مزید شدت اختیار کر گیا۔ سعودی افواج نے ان ہتھیاروں اور گولہ بارود پر بمباری کی جو متحدہ عرب امارات نے عبوری کونسل کی مدد کے لئے المکلا کی بندرگاہ پر بھیجے تھے۔ "یمن میں سعودی قیادت میں اتحادی افواج نے منگل کے روز ایک محدود فوجی کارروائی کرنے کا اعلان کیا جس میں ان ہتھیاروں اور جنگی گاڑیوں کو نشانہ بنایا گیا جو متحدہ عرب امارات سے صوبہ حضرموت کے شہر مکلا کی بندرگاہ پر پہنچی تھیں" (صدی نیوز، 30 دسمبر، 2025ء)۔ یوں اس طرح یمن میں ایک شدید بحران پیدا ہو گیا جسے سفارتی کوششیں حل نہ کر سکیں اور یہاں تک کہ یہ بحران علاقائی سطح تک پھیل گیا، جہاں سعودی عرب نے صدارتی کونسل سے متحدہ عرب امارات کو یمنی منظر نامے سے نکالنے کا مطالبہ کیا، اور پھر ان ہتھیاروں پر بمباری کی جو متحدہ عرب امارات نے حضرموت میں عبوری کونسل کو بھجوائے تھے، جس سے سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے

درمیان اسی طرح کا ایک شدید بحران کا خدشہ پیدا ہو گیا، جو 2017ء میں سعودی عرب اور قطر کے مابین پیش آنے والے بحران سے مشابہ ہے۔

7- پھر دھمکیوں کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ متحدہ عرب امارات "جھک" گیا اور اس نے یمن سے اپنی افواج کو نکالنے کا اعلان کر دیا۔ "اماراتی وزارتِ دفاع نے منگل کے روز اپنے اہلکاروں کی سلامتی کو یقین دہانی بناتے ہوئے اور متعلقہ پارٹنرز کی باہمی ہم آہنگی کے ساتھ یمن میں انسدادِ دہشت گردی کے باقی ماندہ دستوں کو واپس بلانے کا اعلان کر دیا" (آر ٹی، 30 دسمبر، 2025ء)۔ دوسری طرف سعودی عرب نے یمن میں متحدہ عرب امارات کے اتحادیوں (عیدروس الزبیدی کی قیادت میں عبوری کونسل) کو حضرموت اور المهرة سے بے دخل ہونے کی وارننگ دینا جاری رکھا۔ اس عبوری کونسل نے ابتداء میں توان وارننگ پر تعمیل کرنے سے انکار کیا، لیکن پھر سعودی دھمکی کے دباؤ میں آکر لچک دکھانا شروع کی اور مشترکہ موجودگی یا جزوی انخلاء کی پیشکش کی۔ "یمنی جنوبی عبوری کونسل کی افواج نے حضرموت کے ساحلی علاقوں اور اس کی وادی کے متعدد علاقوں سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا" (المدن، 31 دسمبر، 2025ء)۔ تاہم یہ انخلاء اس بحران کا کوئی حتمی حل نہیں تھا، بلکہ ایک دھوکہ تھا!

8- اس کے بعد اتحادی افواج کے میڈیا کے اعلان کے مطابق 8 جنوری، 2026ء کو عیدروس الزبیدی صومالی لینڈ کے راستے عدن سے ابوظہبی فرار ہو گیا۔ پھر سعودی وزیر دفاع نے کہا کہ "مملکت سعودی عرب، جنوبی یمن میں موجود شخصیات کے ساتھ باہمی مشاورت سے ریاض کانفرنس کی تیاری کے لئے ایک ابتدائی کمیٹی تشکیل دے گی"۔ اور جمعہ کی صبح کو یمن کی جنوبی عبوری کونسل کے سیکرٹری جنرل عبد الرحمٰن الصبیحی نے کونسل اور اس کے تمام اداروں کو تحلیل کرنے کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اب "مملکت سعودی عرب کی حمایت کے ساتھ ایک جامع جنوبی کانفرنس کے ذریعے جنوبی یمن کے منصفانہ مقصد کی تکمیل کے لئے مل کر کام کیا جائے گا" (الجزیرہ، 09 جنوری، 2026ء)۔

دوئم: بین الاقوامی پہلو

1- اس بحران کا یہ پہلو بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے؛ سعودی عرب کے حکمران امریکہ کے ایجنٹ ہیں اور اس کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں، جبکہ متحدہ عرب امارات کے حکمران برطانیہ کے ایجنٹ ہیں اور برطانوی پالیسیوں کو نافذ کرتے ہیں۔ یہ دونوں فریق ایک دوسرے کے بالکل الٹ ہیں، جس کی وجہ سے یمن میں ان کے مفادات آپس میں ٹکراتے ہیں چنانچہ وہ یا تو تصادم کے کنارے پر آ کھڑے ہوتے ہیں یا اس تنازعہ کے کسی مرحلے میں داخل ہونے کو ہیں۔ جہاں تک اس تنازع میں شامل یمنی فریقوں کا تعلق ہے، تو کچھ عرصہ قبل تک یہ دونوں فریق برطانوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ عیدروس الزبیدی، جو جنوبی یمن میں "عبوری کونسل" کی

قیادت کر رہا ہے اور صدارتی کونسل کے آٹھ ارکان میں سے ایک ہے، وہ برطانیہ کا ایک ایجنٹ ہے اور اپنے تمام اقدامات میں متحدہ عرب امارات کے ساتھ ہم آہنگی رکھتا ہے۔

2- جہاں تک جنوبی عبوری کونسل کے سربراہ رشاد العلیمی کا تعلق ہے، وہ بھی ابتدا میں برطانوی گروپ کا ہی حصہ تھا، لیکن اب اس نے بھرپور طریقے سے سعودی عرب کا ساتھ دیا ہے اور یمن سے متحدہ عرب امارات کے انخلاء کا مطالبہ کیا ہے، حالانکہ متحدہ عرب امارات یمن میں برطانوی اثرورسوخ برقرار رکھنے کا سب سے مضبوط آلہ کار ہے۔

اس بات کی مزید وضاحت کے لئے:

الف) سال 2022ء میں ایک صدارتی کونسل تشکیل دی گئی تھی جس کے سربراہ رشاد العلیمی کو صدر کے اختیارات دیئے گئے، جبکہ دیگر سات ارکان کو نائب صدر کے اختیارات ملے۔ سعودی عرب اور امریکی نمائندے اس کونسل کی تشکیل پر متفق تھے، حالانکہ اس کے بیشتر ارکان یمنی سیاسی محور کے وہ افراد تھے جو برطانیہ کے زیر اثر تھے۔ تاہم، انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی کیونکہ سعودی عرب نے مالی اور سکیورٹی معاونت کے ذریعے اس کونسل پر کنٹرول حاصل کر رکھا تھا، خاص طور پر اس لئے کہ اس کونسل میں جنوبی عبوری کونسل کے چار ارکان شامل تھے تاکہ اسے مطمئن کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ، رشاد العلیمی، جو کہ برطانوی حامیوں میں سے رہا تھا اور سابق یمنی صدر علی عبداللہ صالح کے دور میں اہم سیاسی عہدوں پر فائز رہ چکا تھا، وہ سعودی عرب میں قیام پذیر رہا تھا اور سعودی مالی و سکیورٹی امداد پر انحصار کرتا رہا تھا۔ چنانچہ اس سب سے سعودی عرب کے لئے اس پر مؤثر طور پر اثرانداز ہونا ممکن ہوا اور یہ اثر حالیہ مدت میں مزید مضبوط ہوا۔

ب) اسی وجہ سے، دسمبر کے آغاز میں حضرموت اور المہرة صوبوں پر عبوری کونسل کے حملے کے خلاف العلیمی کا موقف انتہائی سخت تھا۔ اس نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ یمنی منظرنامے سے متحدہ عرب امارات کو نکالنے کا دوٹوک فیصلہ کیا، جو یمن میں برطانیہ کے باقی ماندہ اثرورسوخ کے لئے ایک بڑا دھچکا ہے۔ یوں اس سے العلیمی کی وفاداری کی تبدیلی کی نشاندہی ہوتی ہے، اور اس کا حالیہ بیان اگر اس کی تصدیق نہیں کرتا تو بہرحال مزید نشاندہی ضرور کرتا ہے: "یمن کی صدارتی قیادت کی کونسل کے سربراہ رشاد العلیمی نے آج بیان دیا کہ سعودی عرب کے ساتھ اسٹریٹجک شراکت داری کا تحفظ ایک قومی ذمہ داری ہے، یمنی قیادت اس سے حاصل ہونے والے فوائد کو بھی سمجھتی ہے اور اس بات سے بھی آگاہ ہے کہ اس سے غفلت خطرناک ہو سکتی ہے، انہوں نے مزید کہا کہ یہ شراکت داری یمنی ریاست کی بحالی کی کوششوں میں ایک بنیادی ستون ہے" (العربیہ، یکم جنوری، 2026ء)۔ اس کے نتیجے میں صدارتی کونسل میں شامل انگریزوں کے بڑے ایجنٹوں نے العلیمی پر اعتراضات کا حملہ کر دیا کہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کر رہا ہے۔ انہوں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ: "انہوں نے انتہائی تشویش کے ساتھ صدارتی کونسل کے سربراہ رشاد العلیمی کے ان یکطرفہ

اقدامات اور فیصلوں کا جائزہ لیا ہے، جن میں ہنگامی حالت کے اعلان اور سیاسی و سکیورٹی کے بیانات شامل ہیں۔ یہ خطرناک اقدامات ہیں، یہاں تک کہ ان کا یہ دعویٰ بھی کہ متحدہ عرب امارات کو عرب اتحاد اور یمنی سرزمین سے نکال دینا چاہئے" (انڈیپنڈنٹ عربیہ، 30 دسمبر، 2025ء)۔ تاہم، رشاد العلیمی کی وفاداری برطانیہ سے سعودی عرب کی طرف منتقل ہو جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جنوبی یمن میں برطانوی اثر و رسوخ مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے، لیکن بہر حال یہ اثر کافی حد تک کم ہو گیا ہے خاص طور پر عبد الرحمٰن الصبیحی کی جانب سے عبوری کونسل کی تحلیل کے اعلان کے بعد سے برطانوی اثر کافی کمزور ہو گیا ہے۔

سوئم: اس شدید تنازعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تنازعہ کا مرکز "حضر موت" اور اس کے ساتھ ملحقہ صوبہ "المھرۃ" ہے:

1- حضر موت، جو یمن کے رقبے کا تقریباً ایک تہائی حصہ ہے، یمن جنگ کے تمام تر برسوں کے دوران میں اس تنازعہ سے الگ تھلگ رہا تھا۔ حضر موت کو واضح طور پر اس جنوبی عبوری کونسل کے زیرِ اثر علاقہ سمجھا جاتا تھا جو جنوبی یمن کی شمالی یمن سے علیحدگی چاہتی ہے، اور وہاں سعودی مداخلت محدود تھی۔ 2024ء میں سعودی عرب نے حضر موت میں (رشاد العلیمی کی) یمنی حکومت کی افواج کے داخلے کی مدد کی، جبکہ متحدہ عرب امارات کی حمایت یافتہ جنوبی عبوری کونسل اس کی مخالفت کر رہی تھی (بلقیس ویب سائٹ، 03 جون، 2024ء)۔ حضر موت میں سعودی مداخلت اس وقت تک محدود رہی جب تک امریکہ میں ٹرمپ اقتدار میں نہ آیا تھا، جس کے بعد سعودی مداخلت میں تیزی آگئی اور متحدہ عرب امارات و جنوبی عبوری کونسل کو دی جانے والی حالیہ دھمکیوں کے ساتھ یہ سعودی مداخلت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

2- ٹرمپ انتظامیہ کے آنے کے بعد حضر موت میں سعودی مداخلت میں اضافہ بالکل واضح ہے۔ 2025ء کے آغاز سے سعودی عرب حضر موت میں قابلِ ذکر اثر و رسوخ قائم کر رہا ہے، قبائلی رہنماؤں سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور اپنے حامی پیدا کر رہا ہے۔ اسے "حضر موت قبائلی اتحاد" کے رہنما اور صوبے کے پہلے ڈپٹی گورنر عمرو بن حبریش کی صورت میں اپنا مطلوبہ شخص مل گیا ہے، جسے سعودی عرب نے بھرپور مدد فراہم کی اور طاقت حاصل کرنے کے لئے اسے ابھارا، جس کے نتیجے میں وہ حضر موت میں مزید غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ "فروری 2025 میں عمرو بن حبریش نے تیل کی برآمدات روکنے کے اعلان کے ساتھ ہی "حضر موت پروٹیکشن فورسز" کی تشکیل کے ذریعے کشیدگی میں اضافہ کیا" (الجزیرہ نیٹ، 03 دسمبر، 2025ء)۔ بعد ازاں "ریاض میں اعلیٰ حکام بشمول وزیر دفاع اور سعودی فوج کے چیف آف سٹاف نے اس کا استقبال کیا، جبکہ سعودی عرب نے اسے یمن کے شہر سیئون سے ریاض لانے کے لئے خصوصی فوجی طیارہ بھیجا اور اس کی خاطر بھرپور حمایت کا اظہار کیا" (اخبار العرب، 29 مارچ، 2025ء)۔ ریاض سے واپسی پر، اس نے مئی 2025ء میں 35 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل 6 فوجی بریگیڈز اور خصوصی سکیورٹی و ریسکیو یونٹس بنانے کا

اعلان کیا۔ آخرکار سعودی عرب نے اپنے آدمی عمرو بن حبریش کو تیل کی کمپنیوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھایا، اور یہی وہ آخری پریشانی تھی جس نے عیدروس الزبیدی کی قیادت میں عبوری کونسل کی برداشت کی حد پار کر دی۔ چنانچہ عیدروس نے حضرموت کو دوبارہ اپنے کنٹرول میں لینے کے لئے کمر کس لی، جس سے اس بحران کی آگ بھڑک اٹھی۔

3-اس کے علاوہ ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ حضرموت کا وسیع و عریض صوبہ قیمتی قدرتی معدنیات کے خزانے پر موجود ہے، جن میں نایاب معدنیات جیسے "اسکینڈیم" شامل ہے جو حضرموت کے ساحلی علاقوں "بروم میفع" اور "حجر" میں وافر مقدار میں دریافت ہوئی ہے۔ اسکینڈیم کی یہ معدنیات طیارہ سازی اور خلائی جہازوں کی صنعت میں استعمال ہوتی ہیں۔ اس کی تصدیق "عدن سٹی" ویب سائٹ نے 07 نومبر، 2025ء کو حضرموت کی جیولوجیکل سروے اتھارٹی کے حوالے سے بھی کی ہے۔ حضرموت میں ہونے والی اس دریافت سے یمن دنیا کی نایاب معدنیات کے نقشے پر آجائے گا، اس کے علاوہ حضرموت کی سیاہ ریت "ایلمینائٹ"، "روٹائل"، "زرکون" اور "میگنیٹائٹ" جیسی معدنیات سے مالا مال ہے جن میں سرمایہ کاری کے لئے بین الاقوامی کمپنیاں آپس میں بازی لے جانے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ حضرموت میں تیل، سنگِ مرمر اور گرینائٹ کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ "یوں اس طرح سے یمن مشرق وسطیٰ کا وہ واحد عرب ملک ہے جس نے نایاب زمینی معدنیات پیدا کرنے والے ممالک کی فہرست میں اپنی جگہ بنالی ہے..." (انرجی پلیٹ فارم، واشنگٹن، 08 جولائی، 2025ء)۔ یہی وہ نایاب عناصر ہیں جو اب ٹرمپ انتظامیہ کی بین الاقوامی پالیسیوں کا محرک ہیں تاکہ ان معدنیات پر چین کی اجارہ داری کا مقابلہ کیا جاسکے جو الیکٹرانک چپس جیسی حساس صنعتی عمل کو اپنے کنٹرول میں لئے ہوئے ہے۔

4-اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ ہی نے سعودی عرب کو حضرموت کے استحکام سے کھیلنے کے لئے اکسایا ہے۔ عمرو بن حبریش کی قیادت میں قبائلی اتحاد کی جانب سے تیل کی کمپنیوں پر قبضے کی کوششیں اور خود مختاری کے مطالبات میں تیزی لانا اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ اس صورتحال نے برطانیہ کے گروہ (متحدہ عرب امارات اور اس کے مقامی حامی جیسے جنوبی عبوری کونسل) کو حضرموت اور المهرة پر حملہ کرکے قبضہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس پر سعودی عرب، یا یوں کہیے کہ ٹرمپ انتظامیہ آپے سے باہر ہوگئی، اور متحدہ عرب امارات کے خلاف وہ سخت اقدامات کیے جو 2015ء میں آپریشن ڈیسیسیو اسٹورم (Operation Decisive Storm) کے آغاز سے اب تک نہیں دیکھے گئے تھے۔ ان سخت اقدامات میں متحدہ عرب امارات کے ہتھیاروں پر بمباری اور جنوبی عبوری کونسل میں اس کے حواریوں کو دھمکیاں دینا شامل ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ حضرموت کی نایاب معدنیات کے معاملے کو کتنی سنجیدگی سے لے رہی ہے۔ امریکہ اس منظرنامے سے قطعاً باہر نہیں ہے، اگرچہ اسے اپنے آلہ کار سعودی عرب پر پورا بھروسہ بھی ہے۔ امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو نے سعودی وزیر خارجہ فیصل بن فرحان سے رابطہ کیا، "جس میں انہوں نے یمن کی صورتحال اور علاقائی استحکام و سلامتی پر اثرانداز ہونے والے مسائل پر تبادلہ خیال کیا" (آرٹی، 30 دسمبر، 2025ء)۔

چہارم: خلاصہ کلام یوں ہے کہ یمنی منظرنامے میں نئی پیش رفت یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ حضرموت پر اپنی توجہ مرکوز کر رہی ہے کیونکہ یہاں نایاب زمینی معدنیات موجود ہیں،* جو امریکہ کو اس حساس شعبے میں چین کی بالادستی کا مقابلہ کرنے کے قابل بنائیں گی، جو کہ دیگر صنعتی آپریشنز کو کنٹرول کرتا ہے۔اسی طرح یمنی قیادت کی وفاداری بھی برطانیہ سے بدل کر امریکہ کی طرف منتقل ہونے کا قوی امکان ہے جن میں سب سے نمایاں، یمنی صدر رشاد العلیمی ہیں۔ قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ چینی کمپنیاں پہلے ہی حضرموت میں نایاب زمین کی معدنیات کی تلاش کر رہی ہیں، اس لئے ان معدنیات کو اپنے قابو میں لینا ٹرمپ کے لئے فوری اہمیت رکھتا ہے، تاکہ چین ان پر قابض نہ ہو جائے۔ اسی لئے کفر کے ایجنٹ اپنے اپنے آقا کی خواہشات کی تکمیل کے لئے یمن میں جنگ کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ دردناک واقعات کا یہ سلسلہ نہ صرف یمن بلکہ سوڈان اور دیگر مسلم ممالک میں بھی جاری ہے، جہاں مسلمان ایک دوسرے کو ان جنگوں میں قتل کر رہے ہیں جن کے بارے میں ان کے ایجنٹ حکمران انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ ان میں ان کا عظیم مفاد ہے، تاکہ انہیں جان ومال کی قربانی دینے پر اکسایا جا سکے۔ لیکن حقیقت میں یہ جنگیں صرف کفر کے مفادات کے تحفظ کے لئے لڑی جا رہی ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک امت کا طاقتور گروہ بیدار ہو کر ان حکمرانوں کا محاسبہ نہ کرے اور عدل، رحمت اور ہدایت کی ریاست "نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ" قائم نہ کر دے۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے خیر، آسمانی برکات، نعمت، عزت اور وقار کا دور آئے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً﴾ **"بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے"**(سورۃ الطلاق:3)

اور آنے والا کل ان کے لئے قریب ہی ہے جو اس کے منتظر ہیں۔

22 رجب 1447ھ

بمطابق 11 جنوری، 2026عیسوی

فہرست

امریکہ کی "نیشنل سکیورٹی اسٹریٹجی" کی مسودۂ دستاویز

سوال و جواب

سوال:

05 دسمبر، 2025ء کو ٹرمپ نے عوام کے سامنے 33 صفحات پر مشتمل نئی "امریکی قومی سلامتی کی حکمتِ عملی" (National Security Strategy) کے مسودۂ دستاویز کا اعلان کیا۔ اس دستاویز اور اس سے پہلی دستاویزات، مثلاً بائیڈن کی حکمتِ عملی، میں کیا فرق ہے؟ براہِ مہربانی وضاحت فرمادیں۔

جواب:

ان دستاویزات پر غور و خوض کرنے اور گہری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیشنل سکیورٹی اسٹریٹجی کے مسودۂ دستاویز میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، خواہ وہ ریپبلکن پارٹی کے ٹرمپ کی 2017ء اور 2025ء میں شائع شدہ قومی سلامتی کی حکمتِ عملی (National Security Strategy) کی دستاویزات ہوں، یا 1988ء میں ریگن حکومت کی، یا 1990ء میں بش سینئر حکومت کی، یا 2002ء میں بش جونیئر کی جانب سے جاری کردہ دستاویزات ہوں، اور یا پھر ڈیموکریٹ پارٹی کے صدور یعنی 1994ء اور 1998ء میں کلنٹن، 2010ء اور 2015ء میں اوباما، اور 2022ء میں بائیڈن کی جانب سے جاری کردہ دستاویزات ہوں۔ ان دستاویز میں واحد فرق صرف ان کے اسلوب اور اندازِ بیان کا ہے؛ کیونکہ ان تمام دستاویزات کا مقصد امریکی عالمی بالادستی کو برقرار رکھنا اور اسے مزید مضبوط بنانا ہے۔ جہاں ریپبلکنز بغیر کسی لگی لپٹی کے یا گھماؤ پھراؤ کے اور نہایت بے باکی سے دنیا میں امریکہ کی عالمی قیادت ہونے کا اظہار کرتے ہیں، وہیں ڈیموکریٹس اسے ظاہری خوش نما اور دھوکہ دہی پر مبنی الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، جو کبھی گمراہ کن اور کبھی پیچیدہ اور مبہم بیانات پر مشتمل ہوتی ہے۔ بہر حال جیسا کہ اس سوال کا تقاضا ہے تو میں اپنے اس جواب میں، ان حکمتِ عملیوں کی تفصیلات میں جانے کے بجائے ان کے درمیان موجود فرق پر توجہ مرکوز کروں گا، سوائے اس حد تک کہ جہاں بائیڈن کی حکمتِ عملی اور ٹرمپ کی حکمتِ عملی کے درمیان فرق کو واضح کرنا ضروری ہو۔ اور اللہ کی توفیق سے، اس کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

1- 18 نومبر 2016ء کو جاری کئے گئے ایک 'سوال و جواب' میں ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ:

("... امریکی پالیسی کے اہم بنیادی نکات میں ریپبلکن پارٹی اور ڈیموکریٹک پارٹی کے مابین کچھ اختلاف نہیں ہے، بلکہ فرق صرف اسالیب کا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ دونوں پارٹیوں کے قیام کا پس منظر ہے؛ ریپبلکن پارٹی کو اس بات کی زیادہ پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ اس

جمہوریت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئے جس کا وہ راگ الاپتے ہیں، بلکہ ان پر 'کاؤبوائے' والا رویہ غالب ہوتا ہے جو تکبر اور عناد سے بھرا ہوا ہے، اور وہ اسی ماحول سے پروان چڑھے ہیں اور آج بھی اسی کے زیرِ اثر ہیں۔ اور اس کاؤبوائے ثقافت کے رجحان سے مراد ایسے شخص کی طرف ہوتا ہے جو طاقت کا مظاہرہ کرے، دوسروں کو مارے پیٹے اور کسی کو قتل بھی کر ڈالے، اور یہاں وہاں ہنگامے کرتا ہو... انہیں بے گناہ لوگوں کو قتل کر دینے جیسے جرائم کی قطعی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ جرائم ان کے اپنے ملک میں عام ہیں، اور وہ ہمہ وقت اسلحہ اٹھا کر چلنے کو پسند کرتے ہیں اور اسے استعمال کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ امریکی سینیٹ نے پیر کے روز ڈیموکریٹک پارٹی کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا جس میں ذاتی اسلحہ خریدنے والے افراد کی مجرمانہ اور نفسیاتی ریکارڈ کی چھان بین کو وسعت دینے کی اجازت مانگی گئی تھی... چنانچہ ریپبلکن ذاتی اسلحہ رکھنے کے ضوابط کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، کیونکہ اسلحہ سازوں اور اسلحہ فروشوں کی لابی ان پر حاوی ہے... جبکہ دوسری طرف، ڈیموکریٹک پارٹی پر دھوکہ دہی اور جھوٹی جمہوریت کا لبادہ اوڑھنا اور انگریزوں کے انداز کی نقل کرنا غالب ہے، وہ مہلک زہر کو چکنی چپڑی باتوں کے غلاف میں پیش کرتے ہیں، یعنی وہ منہ پر جھوٹی مسکراہٹ لئے آپ کو خنجر گھونپ دیتے ہیں، جب کہ ریپبلکن پارٹی خالص زہر پیش کرتی ہے اور دانتوں سے کاٹ کھاتے ہوئے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے... اسی لئے ڈیموکریٹک صدور دھوکہ دہی اور سادہ لوح لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنے میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں، جبکہ ریپبلکن صدور کسی کو دھوکہ میں نہیں رکھتے کیونکہ ان کی دشمنی کھلی اور اعلانیہ ظاہر ہوتی ہے۔ دونوں پارٹیوں کے صدور کی حالیہ تاریخ کی مثالوں پر نظر ڈالنے سے اس امر کا بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے... بش صلیبی جنگ (Crusade) کی بات کرتا ہے اور اوباما قاہرہ میں قرآن کی آیت کا حوالہ دیتا ہے... حالانکہ دونوں ہی اسلام کے خلاف گہری سازشیں کرتے ہیں...! اسی لئے جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ: "ڈیموکریٹک صدور دھوکہ دہی میں اور سادہ لوح لوگوں کو جیتنے میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں، جبکہ ریپبلکن صدور کسی کو دھوکہ نہیں دیتے کیونکہ ان کی عداوت کھلی اور واضح ہوتی ہے"۔

یہاں تک کہ دونوں پارٹیوں کے انتخابی نشانات میں بھی اظہار کے اعتبار سے ایسا ہی فرق پایا جاتا ہے، جو ہماری بات کی تائید کرتا ہے۔ جب سے جرمن نژاد امریکی کارٹونسٹ تھامس ناسٹ نے 1870ء اور 1874ء میں ہارپرز میگزین میں ایک خاکہ شائع کیا جس میں ایک گدھے کو شیر کی کھال اوڑھے دکھایا گیا تھا جو جانوروں کے ایک گروہ کو ڈرا رہا تھا، جن میں ایک بہت بڑا جنگلی ہاتھی بھی شامل تھا جو اپنے ارد گرد کی چیزوں کو روند رہا تھا... تب سے گدھا ڈیموکریٹک پارٹی کا اور ہاتھی ریپبلکن پارٹی کا نشان بن گیا، اور یہ دونوں نشانات دونوں پارٹیوں کی اصل تصویر کی عکاسی کرتے ہیں... لہٰذا اس طرح، ٹرمپ کے اقدامات ریپبلکن پارٹی کے امیدواروں کے روایتی اقدامات سے ہٹ کر نہیں ہیں، سوائے ان ذاتی خصلتوں کے جو کسی ایک شخص کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں، لیکن ریپبلکن پارٹی کی عمومی خصلتیں پارٹی کے تقریباً تمام امیدواروں پر ہی صادق آتی ہیں، البتہ کسی کی ذاتی خصلتیں کچھ حد تک مختلف ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے..."[اقتباس ختم]۔

2-لہٰذا ریپبلکن پارٹی کی فطری تکبر آمیز روش اور ڈیموکریٹس کی فریب پر مبنی حکمتِ عملی دونوں جماعتوں کے صدور کی جانب سے جاری کردہ اسٹریٹیجک دستاویزات میں واضح طور پر نظر آتی ہے:

مثال کے طور پر، بائیڈن کی حکمتِ عملی امریکی قیادت کو برقرار رکھنے اور عالمی بالادستی اور آرڈر کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتی ہے، مگر اس کے لئے باہمی تعاون، جمہوریت، انسانی حقوق اور ڈپلومیسی جیسی گمراہ کن اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں...*

جہاں تک ٹرمپ کا تعلق ہے، جس کی شخصیت میں حد سے زیادہ تکبر، اقتدار کی ہوس، نمود و نمائش کی محبت، دانشمندی کا فقدان اور اندرونی تنازعات اور مخالفین کو ختم کرنے کے رجحان، اور خود سرشاری کی کیفیت سے متصف ہے، اور وہ امریکی عالمی قیادت کو برقرار رکھنے کے لئے "سب سے پہلے امریکہ" اور "طاقت کے ذریعے امن" جیسے کھلے اور بغیر ڈھکے چھپے نعروں کا استعمال کرتا ہے، حتیٰ کہ کسی پردہ داری کے بغیر اپنے اتحادیوں کی توہین تک کر گزرتا ہے۔ یہی بات ٹرمپ نے اپنی اسٹریٹیجک دستاویز میں کھلم کھلا طور پر بیان کی ہے: "اور اس حکمتِ عملی کا مقصد دنیا کے ان تمام بہترین اثاثہ جات اور دیگر عوامل کو یکجا کرنا ہے تاکہ امریکی طاقت اور بالادستی کو مزید تقویت دی جائے اور ہمارے ملک کو ماضی کے کسی بھی دور سے زیادہ عظیم تر بنایا جائے"۔ National Security Strategy 2025,

https://www.whitehouse.gov/wp-content/uploads/2025/12/2025-National-Security-Strategy.pdf)

مزید برآں، تقریباً تمام ذیلی عنوانات جو "ترجیحات" کی شہ سرخی کے تحت آتے ہیں، ان میں امریکی بالادستی کے تحفظ، اس کے فروغ اور اس کے تسلسل پر زور دیا گیا ہے اور اسے مزید مستحکم کیا گیا ہے۔ ان میں امن کے ذریعے تنظیمِ نو، اقتصادی تحفظ، متوازن تجارت، اہم سپلائی چینز اور مال و اسباب تک رسائی کو محفوظ بنانا، اپنے دفاعی صنعتی اڈوں کی بحالی، توانائی میں بالادستی، اور امریکہ کے مالیاتی شعبے کی بالادستی کو برقرار رکھنا اور اس میں بڑھوتری کرنا شامل ہیں۔

3- قومی حکمتِ عملی کی وہ مسودۂ دستاویزات جن کا اعلان ڈیموکریٹک صدور، مثلاً بائیڈن، اوباما اور کلنٹن نے کیا، وہ نام نہاد 'باہمی رضامندی' (Soft Power) اور عالمی اداروں جیسے کہ اقوامِ متحدہ اور نیٹو (NATO) کے ذریعے امریکی بالادستی کو برقرار رکھنے پر مبنی تھیں اور ان میں جمہوریت اور انسانی حقوق جیسی دھوکہ دہی پر مبنی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا۔ ڈیموکریٹس کی قومی حکمتِ عملی کی دستاویز کے مطابق، امریکہ دنیا کا "پولیس مین" ہے، اور چونکہ اس کردار کے کچھ اخراجات اور بوجھ ہیں، اس لئے ان کی قیمت کی ادائیگی کو وہ امریکی عالمی نظام کے تسلسل اور اس کے سامراجی اثر و رسوخ کی توسیع کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔

تاہم ریپبلکنز کی حکمتِ عملیوں میں، جیسا کہ نکسن اور ٹرمپ کی دستاویزات میں نظر آتا ہے، یہ منطق مختلف ہے: ریپبلکنز اپنے اتحادیوں سے ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کی فراہم کردہ حفاظت اور اس کی حفاظتی چھتری کے بدلے میں قیمت ادا کریں۔ یہ بات ٹرمپ کے 2025ء کے مسودۂ دستاویز میں "بوجھ کی تقسیم اور اخراجات کی منتقلی" کے ذیلی عنوان کے تحت واضح طور پر سامنے آئی، جس میں ٹرمپ نے نیٹو (NATO) کے ممالک کو پابند کیا کہ وہ "اپنی مجموعی قومی پیداوار (GDP) کا 5 فیصد دفاع کے لئے مختص کریں"۔ (US National Security Strategy 2025, https://www.whitehouse.gov/wp-content/uploads/2025/12/2025-National-Security-Strategy.pdf، https://www.mc-doualiya.com)

جیسا کہ صاف ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ اپنائے گئے اسالیب مختلف ہیں، اور مختلف طریقے استعمال کئے گئے ہیں اور حالات و واقعات کے لحاظ سے ترجیحات میں بھی فرق ہے، لیکن قومی سلامتی کی حکمتِ عملی کی دستاویزات کا بنیادی مقصد ایک ہی رہتا ہے، چاہے وہ ٹرمپ کی طرف سے جاری کی گئی ہوں یا بائیڈن، اوباما، بش، کلنٹن یا اس استعماری ریاست کے کسی بھی دوسرے صدر کی جانب سے — اور وہ واحد اور مستقل مقصد یہی ہے کہ امریکہ کی عالمی قیادت کا تحفظ کرنا، امریکہ کی بالادستی کو مستحکم کرنا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مدمقابل کسی بھی طاقت کو ابھرنے سے روکنا!

4- چنانچہ، ٹرمپ نے جس حکمتِ عملی کی دستاویز کا اعلان کیا ہے وہ اپنے بنیادی مقاصد کے لحاظ سے کسی اصولی تبدیلی کو ظاہر نہیں کرتی، بلکہ ان مقاصد کے حصول کے لئے اپنائے گئے طریقوں میں تبدیلی ہے۔ جیسا کہ 18 نومبر 2016ء کے 'سوال وجواب' میں بھی یہ ذکر کیا گیا تھا کہ: ("جہاں تک سابقہ صدر کے دور میں رائج بنیادی مسائل پر امریکی پالیسی کی تبدیلی کا تعلق ہے، تو توقع یہی ہے کہ اس کے بنیادی نکات تبدیل نہیں ہوں گے، بلکہ صرف انداز و طریقے بدلے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ امریکی نظام کو مختلف ادارے کنٹرول کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے اپنے اختیارات ہوتے ہیں جو کم یا زیادہ ہوتے ہیں... اور یہ ادارے امریکی پالیسی کے بنیادی نکات کو تقریباً مستحکم رکھنے میں اثرانداز ہو رہے ہوتے ہیں، اگرچہ اسلوب میں فرق آجاتا ہے...")[اقتباس ختم]

5- اس امر کی تصدیق ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے قیام کے بعد امریکی سیاسی جماعتوں کے ابھرنے کے جائزے سے بھی کی جاسکتی ہے۔ ان سب سیاسی جماعتوں کی بنیاد ایک ہی ہے یعنی امریکہ کی بالادستی اور جبر و استبداد کو برقرار رکھنا، اور یہ جماعتیں صرف اپنے اسلوب اور ذاتی سرکشی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں:

الف-) جب یورپ سے آئے ہوئے نو آبادکاروں اور سیاحوں نے امریکہ، خاص طور پر شمالی امریکہ پر قبضہ کرلیا اور وہاں کے اصل باشندوں 'ریڈ انڈینز' کو غلام بنا لیا، تو انہوں نے ایک ریاست بنانے پر کام شروع کر دیا۔ وکی پیڈیا کے مطابق: [شمالی امریکہ میں بحر

اوقیانوس کے ساحل کے ساتھ واقع تیرہ برطانوی نوآبادیاں تھیں، جن میں سب سے پہلی انگریزی نوآبادی ورجینیا تھی۔ ان آبادیوں نے امریکی انقلابی جنگ (1775–1783) کے دوران برطانوی راج سے علیحدگی اختیار کی، اور مل کر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو تشکیل دیا۔ ان نوآبادیوں نے 4 جولائی 1776 کو اعلانِ آزادی جاری کیا، جس میں برطانیہ سے اپنی آزادی اور ایک وفاقی حکومت کے قیام کی توثیق کی گئی]۔ 17 ستمبر 1787ء کو فلاڈیلفیا کنونشن نے موجودہ امریکی دستور کو اپنایا اور اگلے سال 1788ء میں اس کی توثیق کر دی گئی، جس نے ان ریاستوں کو ایک مرکزی حکومت کے ساتھ ایک واحد جمہوریہ کا حصہ بنادیا۔ بعد ازاں، امریکہ نے فرانس، اسپین، میکسیکو اور روس سے علاقے حاصل کیے، اور جمہوریہ ٹیکساس اور ہوائی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا.. پھر اگلے سال 1789ء میں باقاعدہ طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا قیام عمل میں آیا.. اور جارج واشنگٹن امریکہ کے پہلے صدر (1789-1797ء) بنے..]

ب-) ڈیموکریٹک-ریپبلکن پارٹی کا آغاز کانگریس کے اندر ایک ایسے دھڑے سے ہوا جو مرکزی اختیارات پر مبنی پالیسیوں کا مخالف تھا۔ یہ پالیسیاں الیگزینڈر ہیملٹن (Alexander Hamilton) کی تھیں، جو صدر جارج واشنگٹن کے دور میں وزارتِ خزانہ کے سیکرٹری تھے۔

ج-) ڈیموکریٹک-ریپبلکن پارٹی 1828ء تک قائم رہی جہاں سے اینڈریو جیکسن کے حامیوں کے ہاتھوں موجودہ ڈیموکریٹک پارٹی وجود میں آئی.. پھر 1854ء میں موجودہ ریپبلکن پارٹی بنی اور ابراہم لنکن 1865ء میں پہلے امریکی ریپبلکن صدر بنے...]

6- لہٰذا، ان جماعتوں کی اصل ایک ہی ہے یعنی امریکی تسلط مسلط کرنا، اور یہ صرف اپنے طریقوں، مکاری کی شدت اور اپنے ذاتی ظلم و جبر کی انتہا میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بہر حال ان پارٹیوں کا اختلاف ان تین امور سے آگے نہیں بڑھتا:

مثال کے طور پر ٹرمپ نے جس نئی اسٹریٹجک مسودۂ دستاویز کا اعلان کیا ہے وہ 'کاؤبوائے' کے متکبرانہ رویے کی بدترین شکل ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، جہاں ایک طرف ڈیموکریٹس لومڑیوں کی سی مکاری کے ساتھ، زہر کو جھوٹی مٹھاس کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں (یعنی جمہوریت، انسانی حقوق اور سفارتی آداب کے نام پر)، وہاں دوسری طرف ریپبلکنز دانتوں سے کاٹتے ہوئے اور کھلم کھلا طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسی زہر کو اس کی اصل صورت میں مسلط کرتے ہیں۔ ٹرمپ کا نعرہ "سب سے پہلے امریکہ" درحقیقت استعماری بھتہ خوری کی پالیسی کے سوا کچھ نہیں، جو اپنے اتحادیوں کے ساتھ بھی 'تحفظ کے بدلے رقم دو' کے اصول پر ٹیکس مسلط کرتی ہے۔

7- یوں اس طرح ٹرمپ اور بائیڈن کی حکمتِ عملی پر گہری نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں اسلوب، مکاری اور ذاتی سرکشی کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے.. اگرچہ جو کچھ ہم نے پہلے ذکر کیا وہ اس پر دلالت کرتا ہے، لیکن دونوں حکمتِ عملیوں میں متعدد عالمی

مسائل کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں سے بہت سے مسائل، جیسے یورپ اور چین کے بارے میں ان کا نظریہ تقریباً ایک جیسا ہے۔ البتہ کچھ معاملات، مثلاً مغربی نصف کرہ(Western Hemisphere)، میں ان دونوں کے اسٹائل، مکاری اور شخصی جبر کے درجے میں فرق نظر آتا ہے، جبکہ بعض دیگر معاملات، جیسے مشرقِ وسطیٰ میں، ان دونوں کی حکمت عملی میں ایک مشترکہ، اگرچہ نفرت انگیز سازشی طرزِ فکر کی عکاسی نظر آتی ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ مغربی نصف کرہ(Western Hemisphere)اور مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں بائیڈن اور پھر ٹرمپ کی حکمتِ عملی کا ذکر کریں گے:

الف-) مغربی نصف کرہ(Western Hemisphere): چونکہ 'مونرو ڈاکٹرائن'(Monroe Doctrine)کا تعلق اسی خطے سے ہے، اس لئے ہم مونرو اور اس کے نظریے کے بارے میں کچھ ذکر کرتے ہیں: "مونرو 1817ء سے 1825ء تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پانچویں صدر رہے تھے۔ انہیں 1819ء میں ریاست فلوریڈا کے انتظام کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اور 1823ء میں اس نے مونرو ڈاکٹرائن کا اعلان کیا جس میں اس نے براعظم امریکہ کے معاملات میں کسی بھی یورپی مداخلت کی مخالفت کا اظہار کیا.. یہ بیان باضابطہ طور پر امریکی صدر جیمز مونرو کی طرف سے جاری کردہ ایک اعلامیہ کی صورت میں سامنے آیا جو اس نے 2 دسمبر 1823ء کو امریکی کانگریس کو پیش کیا تھا۔ مونرو ڈاکٹرائن نے مغربی نصف کرہ(Western Hemisphere) کی تمام ریاستوں کی آزادی کی ضمانت دینے کا مطالبہ کیا تاکہ انہیں یورپی مداخلت کے ذریعے ظلم کا نشانہ بننے یا ان کی خود ارادیت میں مداخلت سے بچایا جاسکے.." (وکی پیڈیا سے کسی حد تک اخذ کردہ)۔

اس کے بعد آنے والے امریکی صدور نے بھی اسی پالیسی پر عمل درآمد جاری رکھا، اگرچہ ان کے اپنے اپنے اسٹائل، عیاری اور جبر کے انداز مختلف رہے.. ہم ذیل میں بائیڈن اور ٹرمپ کی جاری کردہ حکمتِ عملی میں اس حوالے سے جو کچھ سامنے آیا ہے اس کا مختصر ذکر کریں گے تاکہ دونوں کے درمیان فرق واضح ہو سکے:

بائیڈن کی حکمتِ عملی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ خطہ (ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لئے سب سے زیادہ اثر رسوخ والا علاقہ ہے، جہاں سالانہ تجارت 1.9 ٹریلین ڈالر تک پہنچ جاتی ہے، اس کے علاوہ ان میں مشترکہ اقدار، جمہوری روایات اور خاندانی روابط بھی موجود ہیں.. اس حکمتِ عملی کے تناظر میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ براعظم امریکہ کے علاقوں میں اپنی کمپنیوں کو فعال کرنے کے لئے کام کرے.. بائیڈن کی حکمتِ عملی یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ امریکہ اپنے سرحدی انفراسٹرکچر کو جدید بنانا جاری رکھے گا، اور خطے کے ممالک کے ساتھ مل کر لوگوں کی امیگریشن کا ایک منصفانہ، منظم اور مربوط نظام جاری رکھے گا۔ اس کے علاوہ امریکہ امیگریشن کے قانونی راستوں کو وسعت دینے اور اسمگلنگ کے خلاف جنگ جاری رکھے گا)۔ یہ حکمت عملی کسی دوسری بڑی طاقت کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس کا کوئی ایسا موثر اثر ورسوخ ہو جو امریکی اثر ورسوخ کا حریف بنے یا

امریکی اثر سے آگے بڑھتا ہو، لیکن بہر حال اس حکمت عملی کے لئے دھوکہ دہی اور مکارانہ طریقے جیسے کہ جمہوریت اور انسانی حقوق استعمال کئے جاتے ہیں... اور فوجی کارروائی کو آخری حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، نہ کہ ابتدائی اقدام کے طور پر۔

جہاں تک ٹرمپ کی حکمتِ عملی کا تعلق ہے، تو اس کا آغاز ہی فوجی کارروائیوں کی دھمکی سے ہوتا ہے، چاہے ان دھمکیوں پر کبھی بھی عمل درآمد نہ ہو! ٹرمپ کی حکمتِ عملی تکبر، دھونس اور دھمکیوں سے خالی نہیں ہے۔ اس کی حکمتِ عملی میں (توضیح کے ساتھ) درج ذیل باتیں شامل ہیں: [..امریکی سلامتی کے تحفظ اور مغربی نصف کرہ (یعنی خود امریکہ، کینیڈا اور جنوبی امریکہ) پر اپنا کنٹرول بحال کرنے اور بیرونی طاقتوں کو وہاں افواج تعینات کرنے سے روکنے کے لئے "مونرو ڈاکٹرائن" کا اطلاق.. اور وہ اسے ایک ایسا خطہ سمجھتا ہے جو "خصوصی طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا اپنا علاقہ" ہے]... اسی لئے ٹرمپ نے کینیڈا سے مطالبہ کیا کہ وہ اس میں شامل ہو کر 51 ویں ریاست بن جائے۔ اور اس نے پانامہ کو دھمکایا کہ وہ چین کے ساتھ اپنے معاہدے منسوخ کرے، اور پانامہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اسی طرح اس نے 3 جنوری 2026ء کو وینزویلا پر حملہ کر دیا، اس کے دارالحکومت کراکاس پر بمباری کی اور وہاں کے صدر، مادورو اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کر لیا، اور یہ اقدام ایک ایسی فرعونیت ہے جس سے شدید نفرت انگیز روایتی استعمار کی بو آتی ہے! مغربی نصف کرہ کے حوالے سے اس اقدام نے ٹرمپ کے سخت رویے کو "ٹرمپ ڈاکٹرائن" کے نام سے موسوم کیا، جو کہ مونرو ڈاکٹرائن کا جزو لازم بنتا ہے.. بلکہ ٹرمپ نے اپنی دھمکیوں کا دائرہ ڈنمارک کے زیرِ انتظام گرین لینڈ تک پھیلا دیا، جبکہ ڈنمارک نیٹو کا رکن ہے! یوں ٹرمپ کی فرعونیت اور سرکشی بالکل عیاں ہوتی ہے!!

ب-) مشرقِ وسطیٰ کا مسئلہ، اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں (اور اس میں مشرقِ وسطیٰ بھی شامل ہے، جہاں اس خطے اور اس کی عوام کے خلاف سازشیں کی گئیں)، چنانچہ امریکہ کی دونوں سیاسی پارٹیوں کی حکمتِ عملیوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ وہ یہودی وجود کی حمایت کریں اور حکمرانوں کے ذریعے اس وجود کے ساتھ نارملائزیشن کو وسعت دیں.. اور نہ ہی صرف امت کی دولت لُوٹنے، بالخصوص خلیج کے تیل اور دیگر وسائل کی لوٹ مار کرنے پر وہ مطمئن ہوئے.. اور نہ ہی مشرقِ وسطیٰ کے آبی راستوں پر بالادستی قائم کرنے پر، جن میں آبنائے ہرمز اور باب المندب بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اس سب پر ہی بس نہیں کیا، بلکہ انہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کو بھی واضح طور پر اپنا ہدف قرار دیا ہے، جو کہ ان کے مکارانہ تصور میں دہشت گردی سے مراد دراصل اسلام اور اسلامی نظامِ حکومت ہے۔ چنانچہ ٹرمپ مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں اپنی حکمتِ عملی میں کہتا ہے: "... کہ یہ خطہ امریکی مفادات یا امریکی سرزمین کے خلاف دہشت گردی کی آماجگاہ یا اس کا برآمد کنندہ نہ بنے، اور یہ کہ اسرائیل محفوظ رہے"۔ جبکہ بائیڈن اپنی حکمتِ عملی کی دستاویز میں کہتا ہے: "اور دہشت گردی کے خطرات کا مقابلہ کرنا..."۔ ان سب محرکات کے پس پردہ مقصد اس خطے کے لوگوں کی بنیادی آئیڈیالوجی یعنی "اسلام" کو خطرہ بننے سے روکنا ہے، کیونکہ یہاں کے لوگ مسلمان ہیں جو اپنی اسلامی آئیڈیالوجی کی بنیاد پر اپنی

ریاست قائم کرنے، اپنے ملکوں کو امریکی و مغربی تسلط سے آزاد کرانے، ان کے تابع نظاموں کو گرانے اور یہودی وجود کو ختم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ معاملہ صرف نارملائزیشن کے معاہدوں کو دفن کرنے تک محدود نہیں ہے۔

8- خلاصہ ٴ کلام یہ ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے امریکی صدور کی جانب سے جاری کردہ "قومی سلامتی کی حکمتِ عملی" (National Security Strategy) کی دستاویزات کا بنیادی ڈھانچہ اور نچوڑ مستقل رہا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اگر کوئی چیز بدلی ہے تو وہ صرف ان پر عمل درآمد کے طریقے، مکاری اور امریکی بالادستی کو مسلط کرنے، اسے تحفظ دینے اور برقرار رکھنے میں شخصی فرعونیت ہے.. اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ، اور اپنی پوری طاقت اس بات پر لگانا کہ اسلام کی ریاست "نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ" قائم نہ ہو سکے.. لیکن وہ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں! خلافتِ راشدہ کا محض ذکر ہی ان کی نیندیں اڑائے ہوئے ہے، جیسا کہ امریکی نیشنل انٹیلی جنس کی ڈائریکٹر تلسی گبارڈ (Tulsi Gabbard) نے چند دن پہلے 21 دسمبر 2025ء کو کہا کہ "یہ اسلامی آئیڈیالوجی ہماری آزادی کے لئے براہِ راست ایک خطرہ ہے، کیونکہ یہ اپنی اساس میں ہی ایک سیاسی آئیڈیالوجی ہے جو ایک عالمی خلافت قائم کرنا چاہتی ہے"۔ اور اس پر ہم یہ کہتے ہیں: ﴿**مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ**﴾ **"تم اپنے غصے میں ہی مر جاؤ"** (سورۃ آلِ عمران؛ 3:119)، کیونکہ امتِ مسلمہ تو ضرور بیدار ہو کر رہے گی اور اس جبر و استبداد کے دور کے بعد جس میں ہم جی رہے ہیں، اس کے بعد اللہ کے اذن سے اپنی ریاست یعنی "نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ" قائم کر کے ہی رہے گی:

جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بشارت دی ہے، «**...ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ**» "پھر جبر کی حکومت ہو گی، وہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ جب چاہے گا اسے اٹھا لے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے" (اسے احمد نے روایت کیا ہے)۔ اور اس وقت ظالم ٹرمپ اور اس کے ساتھیوں کا انجام وہی ہو گا جو خلافت کے قیام کے بعد کسریٰ اور قیصر کا ہوا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿**بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ**﴾ "یہ ایک پیغام ہے، تو کیا نافرمان قوم کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟" [سورہ الاحقاف؛ 46:35]

25 رجب 1447ھ، بمطابق 14 جنوری، 2026 عیسوی

فہرست

شام کے واقعات اور سیرین ڈیموکریٹک فورسز (SDF) کا پسپائی اختیار کرنا

سوال وجواب

سوال:

شام کے شمال مشرق میں واقعات میں بڑی تیزی رونما ہوتی جا رہی ہے، جہاں سیرین ڈیموکریٹک فورسز (SDF) تیزی سے ان علاقوں کا کنٹرول کھو رہی ہیں جن پر اب شامی حکومت قابو پا رہی ہے۔ آخر یہ سب کیسے ہوا؟ ان سب واقعات کو کس زاویہ سے سمجھا جانا چاہیے، جبکہ شامی حکومت اور SDF دونوں ہی امریکی ایجنٹ ہیں؟ اور اس حقیقت کے باوجود کہ امریکہ کی جانب سے شامی حکومت کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے واضح طور پر گرین سگنل دیا گیا ہے، تو پھر ٹرمپ انتظامیہ شام یا اس کے گرد ونواح میں آخر کیا منصوبہ بندی کر رہی ہے؟

براہِ مہربانی وضاحت فرمادیں۔

جواب:

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

اول: شام میں SDF کے لئے امریکہ کی حمایت کے مراحل

1۔ شامی ڈیموکریٹک فورسز (SDF) ایک وسیع اتحاد ہے جو اکتوبر 2015ء میں داعش کے خلاف لڑنے کے مقصد سے قائم کیا گیا تھا۔ اس اتحاد میں کرد، عرب، سریانی (Syriac)، آرمینی اور ترکمان جنگجو شامل ہیں۔ SDF کا سب سے بڑا حصہ پیپلز پروٹیکشن یونٹس (YPG) اور ویمنز پروٹیکشن یونٹس (YPJ) پر مشتمل ہے، جو روجاوا (Rojava) میں خود اعلانیہ خودمختار علاقوں کی سلامتی اور دفاع کے ذمہ دار ہیں۔

امریکہ نے 2015ء میں SDF کی تشکیل کے وقت سے ہی اس کی حمایت تیز کر دی تھی، اور یہ حمایت 2014ء میں شام میں امریکی مداخلت سے شروع ہوئی تھی، جو روسی مداخلت سے بھی پہلے کی بات ہے۔ امریکی افواج نے SDF کو فضائی تحفظ، وسیع مالی امداد اور اسلحہ فراہم کیا۔ SDF کے لیے امریکہ کی وابستگی اس حد تک تھی کہ اس نے فروری 2018ء میں دریائے فرات کے مشرق میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والی روسی ویگنر (Wagner) فورسز کے سینکڑوں اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ امریکہ نے ترکی کی جانب سے SDF کو کمزور کرنے کے لیے دیے گئے تمام بیانات اور کوششوں کو بھی روکے رکھا۔

اس طرح، SDF کے لئے امریکی حمایت میں اس کے آغاز سے ہی فوجی فضائی تحفظ فراہم کرنا، سیاسی پشت پناہی، مالی و اسلحہ کی امداد، اور دریائے فرات کے ساتھ زرخیز زمینوں، تیل و گیس کے کنوؤں اور پاور اسٹیشنوں پر اس کے کنٹرول کو آسان بنانا شامل تھا۔ ترکی کی جانب سے شمال مشرقی شام میں اس امریکی پالیسی کی مخالفت پر بھی امریکہ نے سخت مزاحمت کی۔ یہ سب کچھ اس مقصد کے تحت تھا کہ اگر دمشق سے اسلامی خلافت کا آغاز ہو تو اس کے خلاف جنگ کے لئے امریکہ اپنے آلات اور ذرائع کو تیار کر سکے۔

2۔ آج ٹرمپ، احمد الشرع کی حکومت کو خطے میں امریکی مفادات حاصل کرنے کے لئے زیادہ اہل سمجھتا ہے، جن میں سے دو مقاصد سب سے اہم ہیں: یعنی پہلا شام میں اسلامی نظامِ حکومت کو دور رکھنا، اور دوسرا شام اور فلسطین میں یہودی وجود کے مطالبات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا، اور روزانہ کے حملوں کے باوجود یہودی وجود کے خلاف مزاحمت سے گریز کرنا۔

چنانچہ، ٹرمپ اور اس کے عہدیداروں کے بیانات نے واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ SDF کا کردار ختم ہو چکا ہے اور خطے میں امریکی مفادات کی خدمت کے لیے شامی حکومت اس کی جگہ لے رہی ہے۔ یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، بلکہ شام کے لیے امریکی ایلچی ٹام بارک (Tom Barrack) نے اپنے دوروں کے دوران اس کا کھلے عام اظہار کیا ہے، اسی طرح ترک اور شامی حکام بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔

ا۔) ٹام بارک (Tom Barrack) نے بیان دیا کہ SDF کا اصل مقصد اب ختم ہو چکا ہے، یعنی اپنی سطح پر داعش کے خلاف بنیادی فورس کے طور پر کام کرنا، اور دمشق اب سکیورٹی کے فرائض سنبھالنے کے قابل ہو چکا ہے، جس میں داعش کے حراستی مراکز پر کنٹرول شامل ہے۔ (الجزیرہ نیٹ، 21 جنوری، 2026ء)

ٹام بارک نے ایکس (ٹویٹر) پر ایک اور بیان میں کہا، "SDF کا اصل مقصد، یعنی زمینی سطح پر داعش کے خلاف بنیادی فورس کے طور پر کام کرنا، زیادہ تر ختم ہو چکا ہے، کیونکہ دمشق اب نہ صرف سکیورٹی کے فرائض سنبھالنے کے لئے تیار ہے بلکہ اس کے پاس اس کی اہلیت بھی موجود ہے، جس میں داعش کے حراستی مراکز اور کیمپوں کا کنٹرول شامل ہے"۔ (بی بی سی، 20 جنوری، 2026ء)

اس نے ایکس پر ایک طویل پوسٹ میں لکھا، جس کا ترجمہ شام میں امریکی سفارت خانے نے کیا: "آج صورتحال بنیادی طور پر ہی بدل چکی ہے۔ شام کی اب ایک تسلیم شدہ مرکزی حکومت ہے جو داعش کو شکست دینے والے عالمی اتحاد (Global Coalition to Defeat ISIS) میں (2025ء کے آخر میں اپنے 90 ویں رکن کے طور پر) شامل ہو گئی ہے"۔

شامی فوج میں SDF کے انضمام کے حوالے سے اس نے مزید کہا: ”حالیہ پیش رفت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اس منتقلی کو فعال طور پر آسان بنا رہا ہے، نہ کہ SDF کے الگ کردار کو طول دے رہا ہے... اور یہ اقدام کردوں کے لئے ایک منفرد موقع پیدا کرتا ہے: یعنی نئی شامی ریاست میں انضمام انہیں مکمل شہریت کے حقوق فراہم کرے گا“۔(سی این این عربی، 21 جنوری، 2026ء)۔

ب۔) ترک صدر، رجب طیب اردگان نے بدھ کو کہا کہ شمالی شام میں کرد فورسز کو لازماً اپنے ہتھیار ڈال دینے چاہئیں اور فوری طور پر تحلیل ہو جانا چاہئے تاکہ مزید خونریزی کے بغیر حل تک پہنچا جا سکے۔ یہ بیان اس کے بعد سامنے آیا جب دمشق نے انہیں چار دن کی مہلت دی تاکہ حسکہ (Hasakah) کو مرکزی ریاست میں ضم کرنے کا منصوبہ پیش کیا جا سکے۔(الجزیرہ نیٹ، 21 جنوری، 2026ء)۔

ج۔) شامی ایوانِ صدر نے پیر 19 جنوری، 2026ء کو اعلان کیا کہ عبوری شامی صدر احمد الشرع نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے ٹیلی فون پر بات کی۔ سرکاری خبر رساں ادارے سانا (SANA) کی جانب سے جاری بیان کے مطابق، ”دونوں صدور نے گفتگو کے دوران شامی سرزمین کی یکجہتی اور خودمختاری کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیا، استحکام کے حصول کے لیے کی جانے والی تمام کوششوں کی حمایت کی، اور اس بات پر اتفاق کیا کہ شامی ریاست کے دائرے میں رہتے ہوئے کرد عوام کے حقوق اور ان کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے“۔(سی این این عربی، 19 جنوری، 2026ء)

دوئم: یہ صورتحال کیا ظاہر کرتی ہے؟

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ نے شامی صدر احمد الشرع کو SDF کے خاتمے کا گرین سگنل دے دیا ہے۔ اب امریکہ نہ اپنے عزائم چھپاتا ہے اور نہ ہی سفارتی زبان استعمال کرنے کی زحمت کرتا ہے۔ وہ کھلم کھلا اعلان کرتا ہے کہ ”دہشت گردی“ کے خلاف لڑنے کے لیے امریکی آلے کے طور پر کام کرنے والی SDF کا کردار اب ختم ہو چکا ہے، اور اب امریکہ ایک بڑے آلۂ کار یعنی احمد الشرع کی حکومت پر انحصار کرنا چاہتا ہے۔ یہ دونوں ہی امریکی آلہ کار ہیں، اور امریکہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے آلہ کار تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہ پیش رفت، زمین پر موجود دیگر حقائق کے ساتھ مل کر کئی نتائج کی طرف اشارہ کرتی ہے:

1-ایک ایجنٹ کو دوسرے ایجنٹ سے بدلنا:

شامی انقلاب کے دوران، جس نے امریکہ کو تھکا دیا تھا اور جس کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے ”اوباما کے بال سفید کر دیئے“، امریکہ مسلسل ایک ایسے طاقتور ایجنٹ کی تلاش میں رہا جو اقتدار سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تاکہ اپنے ایجنٹ بشار کو اس کے ساتھ بدل سکے، جس کے خلاف شامی عوام نے بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ 26 جولائی، 2025ء کے ایک سوال کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ شام میں

امریکہ کا منصوبہ ایک بنیادی اصول پر مبنی ہے: یعنی ایک ایجنٹ کی جگہ دوسرے ایجنٹ کو لے کر آنا۔ اس مقصد کے لئے ترکی کو بشار الاسد کی حکومت کو ختم کرنے اور ایک ایسی نئی حکومت بنانے کا گرین سگنل دیا گیا تھا جو امریکہ کی وفادار ہو۔

ترکی اور اس کے انٹیلی جنس اداروں نے یہ امریکی کام اپنے ذمے لے لیا اور احمد الشرع کو تیار کیا، جو پہلے الجولانی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ بائیڈن انتظامیہ کے خاتمے سے چند ماہ قبل، امریکہ نے ترکی کو شام نئے امریکی ایجنٹ کے حوالے کرنے کے آپریشن کی قیادت کرنے کی اجازت دی۔ ترکی نے، امریکہ کی طرف سے، ایران اور روس سے رابطہ کیا تاکہ شام میں ان کی افواج کو غیر جانبدار کیا جا سکے، اور امریکہ نے بشار الاسد سے ملک کے اقتدار کو نئے ہاتھوں میں دینے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح نئے ایجنٹ نے پرانے کی جگہ لے لی، جبکہ ترکی امریکہ اور اس نئے ایجنٹ کے درمیان رابطے کا مرکزی ذریعہ بنا رہا۔

2۔ اس کے بعد امریکہ نے اپنے نئے ایجنٹ سے مزید "ممنوعہ اقدامات" کا مطالبہ کیا، اور اس نئے ایجنٹ نے ترک دباؤ کے تحت اپنی مکمل اطاعت کی تصدیق کی۔ احمد الشرع نے توحید کے پرچم کو ترک کر کے اس کی جگہ ایک سیکولر جھنڈا اختیار کیا، اس نے بشار الاسد کے باقی ماندہ لوگوں کے لئے عام معافی نامہ جاری کیا، جبکہ ان شباب کو قید میں بند رکھا جو اس خلافت کے قیام کے لئے کام کر رہے ہیں، جس کے بارے میں اس جابرانہ دور کے خاتمہ کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے پیشن گوئی کی ہے: **«..ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ..»** **"...پھر جبر کا دور ہو گا، اور وہ تب تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب وہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہو گی..."**

احمد الشراع نے اسکولوں میں قرآن کی تعلیم کے اوقات کم کر دیے، اور ٹرمپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ یہودی وجود کے بار بار اور شدید حملوں کا کوئی جواب نہ دے، حالانکہ یہ حملے خود دمشق تک جا پہنچے تھے۔ پھر ٹرمپ نے یہودی وجود کے ساتھ مذاکرات کا مطالبہ کیا، جس کے نتیجے میں وزیر خارجہ الشیبانی نے اللہ جَلَّ جَلَالُهُ، اس کے رسول ﷺ یا مومنین بالخصوص غزہ کے لوگوں سے کوئی شرم یا خوف محسوس کیے بغیر مذاکرات کیے، جو کہ متعدد ادوار پر مشتمل تھے۔

یہودی وجود کے ساتھ ان مذاکرات کے دوران احمد الشرع کی حکومت کے مطالبات اتنے معمولی تھے کہ مجرم بشار نے بھی 2008ء کے مذاکرات میں، جو شامی انقلاب سے پہلے ترکی کی سرپرستی میں ہوئے تھے، اس سے کہیں زیادہ مطالبات کئے تھے۔ ان تمام "ممنوعہ شرائط" کو قبول کرنے کے بعد، امریکہ نے الشرع کے ساتھ براہِ راست سیاسی رابطہ قائم کر لیا، جو انٹیلی جنس اور ترک ذرائع کے علاوہ تھا۔ اس سلسلے میں پہلا سیاسی قدم 14 مئی، 2025ء کو ریاض میں امریکہ کے ایجنٹ محمد بن سلمان اور احمد الشرع کے مابین ہونے والی ملاقات کی صورت میں سامنے آیا۔ بعد ازاں یہ رابطے مزید وسیع ہو گئے، یہاں تک کہ احمد الشرع کو امریکی صدر کی جانب سے تعریف و

توصیف ملنے لگی، اور یہ سلسلہ 11 نومبر، 2025ء کو وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ سے اس کی ملاقات پر منتج ہوا، اگرچہ یہ ملاقات باضابطہ تقاریب کے بغیر اور بیک ڈور پالیسی کے ذریعے سے ہوئی تھی۔ ٹرمپ نے کہا کہ وہ احمد الشرع کے ساتھ "اتفاقِ رائے" رکھتے ہیں اور واشنگٹن شام کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔(آر ٹی، 11 نومبر، 2025ء)

3۔ ترک وزیر خارجہ ہاکان فیدان (Hakan Fidan) نے احمد الشراع کے دورۂ واشنگٹن اور ٹرمپ سے ملاقات کے دوران وائٹ ہاؤس میں شام کے مسائل کے حل کے طریقوں پر تبادلۂ خیال کیا۔ ان ملاقاتوں میں امریکی وزیرِ خارجہ مارکو روبیو، خصوصی ایلچی وِٹکوف (Witkoff)، شام کے لئے امریکی ایلچی تھامس بارک (Thomas Barrack)، شامی وزیرِ خارجہ اسعد الشیبانی، اور بعد ازاں امریکی نائب صدر جے ڈی وینس (JD Vance) بھی شریک تھے۔ بیان میں کہا گیا کہ اجلاس کے شرکاء نے شام میں موجودہ مسائل سے نکلنے کے ممکنہ طریقوں پر گفتگو کی۔(آر ٹی، 11 نومبر، 2025ء)

4۔ اس عرصے کے دوران، امریکہ نے بتدریج شام پر سے پابندیاں اٹھائیں، اور ہر مرحلے پر اس بات کو یقینی بنایا کہ احمد الشرع اپنی وفاداری ثابت کرے۔ نومبر 2025ء میں داعش کے خلاف امریکہ کی قیادت میں قائم بین الاقوامی اتحاد میں شام، 90ویں رکن کے طور پر شامل ہو گیا، اور امریکی سفارتخانے نے دمشق سے اپنی ایکس (X) پر پوسٹ میں اعلان کیا کہ شام باضابطہ طور پر عالمی اتحاد کے 90ویں رکن کے طور پر شامل ہو گیا ہے (اناضول، 12 نومبر، 2025ء)۔ جس کے بعد دسمبر 2025ء میں ٹرمپ نے قیصر ایکٹ (Caesar Act) کے تحت عائد پابندیوں کے خاتمے پر دستخط کیے۔(الجزیرہ، 19 دسمبر، 2025ء)۔

سوئم: SDF کا انخلاء

حالیہ واقعات کے دوران، SDF کی افواج کئی علاقوں سے پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کے کمانڈر مظلوم عبدی کے مطابق، دریائے فرات کے مغرب سے مشرق کی طرف انخلاء کا مشورہ "دوستوں اور ثالثوں" نے دیا تھا (کردستان-24، 16 جنوری، 2026ء) اور یقیناً امریکہ ان دوستوں اور ثالثوں کی قیادت کر رہا تھا، یہ اقدام 10 مارچ، 2025ء کے SDF-حکومت معاہدے کو نافذ کرنے کے لئے تھا، جس کے تحت تمام شہری اور عسکری اداروں کو شامی ریاست میں ضم کیا جانا تھا۔(العربیہ، 10 مارچ، 2025ء)۔

اس کے بعد ایک دوسرا معاہدہ ہوا، جس میں SDF سے دیر الزور اور رقہ کو فوری طور پر حوالے کرنے کا مطالبہ کیا گیا، جسے امریکی ایلچی نے ایک اہم موڑ قرار دے کر سراہا (العربی ٹی وی، 18 جنوری، 2026ء)۔ امریکی ایلچی ٹام براک نے ایکس (X) پر لکھا: "یہ معاہدہ اور جنگ بندی ایک اہم سنگِ میل کی نمائندگی کرتے ہیں، کیونکہ سابقہ حریف خلفشار کی بجائے شراکت داری اختیار کر رہے ہیں"۔ انہوں

نے دونوں فریقین کی اس معاہدے کے لئے کی گئی "مثبت" کوششوں کی تعریف کی اور کہا کہ یہ معاہدہ متحدہ شام کی طرف دوبارہ گفتگو اور تعاون کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے"۔(العربی ٹی وی، 18 جنوری، 2026ء)۔

چہارم: SDF میں اندرونی مزاحمت

SDF کے اندر سخت گیر دھڑوں، خاص طور پر کردستان کی PKK سے وابستہ عناصر نے نفاذ میں تاخیر کرنے کی کوشش کی، اس امید پر کہ وہ امریکی پالیسی میں کسی خلا کا فائدہ اٹھا سکیں۔ العربی چینل نے 17 جنوری، 2026ء کو اربیل (Erbil) میں ہونے والے اجلاس کے حوالے سے بتایا کہ SDF کے کمانڈر مظلوم عبدی چاہتے تھے کہ وہ امریکیوں کو قائل کریں کہ SDF کا شامی فوج میں انضمام تین یونٹوں کی شکل میں ہو۔ تاہم، امریکی مؤقف میں کوئی لچک پیدا نہ ہوئی، نہ ہی اربیل (Erbil) کے اجلاس میں اور نہ اس سے پہلے۔ امریکہ نے اربیل (Erbil) سمیت تمام ملاقاتوں میں اسے مسترد کر دیا۔ اس کے بعد شامی حکومت نے اس معاہدے کو عسکری طور پر نافذ کیا، جس کا آغاز حلب کے نواح سے ہوا، جس کے نتیجے میں دیر الزور اور رقہ کو فوری طور پر حوالے کرنے کا دوسرا معاہدہ ہوا، اور SDF کے خلاف امریکی مداخلت نے اس کے خاتمے کو تیز کر دیا، باوجود اس کے کہ صدر احمد الشرع نے پرامن رہنے کی اپیل کی تھی (سی این این عربی، 19 جنوری، 2026ء)۔ احمد الشرع نے کہا: "ہم اپنے عرب قبائل کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ امن برقرار رکھیں اور معاہدے کی شقوں کے نفاذ کے لئے جگہ فراہم کریں"۔ اس کے بعد عرب ملیشیا شامی فوج کے ساتھ SDF کے خلاف لڑائی میں شامل ہو گئی، جو ہفتے سے جاری ہے۔(سی این این عربی، 19 جنوری، 2026ء)۔

پنجم: پیش رفت میں تیزی

1۔ شام نے اعلان کیا کہ SDF کا انضمام انفرادی بنیادوں پر ہو گا، نہ کہ فوجی یونٹوں کے طور پر، جبکہ ثقافتی حقوق اور تقرریوں کے حوالے سے محدود رعایتیں دی گئیں۔ حکومت نے رقہ، دیر الزور اور حسکہ (Hasakah) کے کچھ حصوں کا کنٹرول سنبھال لیا، جس کے بعد SDF کے پاس سوائے حسکہ (Hasakah) کے مذاکرات کے لیے بہت کم گنجائش بچی ہے۔ (الجزیرہ نیٹ، 20 جنوری، 2026ء)۔

شامی وزارت دفاع نے پیر کے روز شام کی فوج اور SDF کے درمیان شام 8 بجے سے، چار دن کے لیے جنگ بندی کا اعلان کیا، جو شامی صدر کے SDF کے ساتھ حسکہ کے مستقبل سے متعلق مفاہمت کے اعلان کے بعد آیا۔ (الجزیرہ نیٹ، 20 جنوری، 2026ء)۔ کچھ معمولی رعایتیں دی گئیں، جن میں SDF کی شخصیات کو اسسٹنٹ وزیر دفاع، حسکہ کے گورنر، پارلیمانی نشستوں اور سول عہدوں کے لیے نامزد کرنا شامل ہے (سی این این عربی، 20 جنوری، 2026ء)۔ شامی صدر نے کہا کہ اگر یہ معاہدہ عمل میں آیا: "شامی فوج حسکہ اور

قامشلی کے مرکزی علاقوں میں داخل نہیں ہوگی اور صرف ان کے اطراف میں موجود رہے گی، جبکہ بعد میں حسکہ (بشمول قامشلی) میں پرامن انضمام کے شیڈول اور تفصیلات پر بات ہوگی" (بی بی سی، 20 جنوری، 2026ء)۔ مزید برآں، دونوں فریقین نے یہ بھی اتفاق کیا کہ شامی حکومت کی فوج کرد دیہاتوں میں داخل نہیں ہوگی، اور وہاں کی حفاظت مقامی سیکیورٹی فورسز کے ذریعے کی جائے گی جو علاقے کے باشندے ہوں گے۔ (CNN عربی، 20 جنوری، 2026ء)

2۔ اور جب امریکہ نے فیصلہ کیا کہ داعش کے قیدیوں کو SDF کے زیرِ کنٹرول جیلوں سے عراق منتقل کیا جائے، تو قسد نے امریکہ سے یہ درخواست کی کہ قیدیوں کی منتقلی مکمل ہونے تک مدت میں توسیع دی جائے، اور ایسا ہی کیا گیا: شامی وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ SDF کے ساتھ جنگ بندی کی مدت 15 دن کے لیے بڑھادی گئی، تاکہ داعش کے قیدیوں کو SDF کی جیلوں سے نکال کر عراق منتقل کرنے کے امریکی عمل کی حمایت کی جا سکے۔ وزارت دفاع نے اپنے X (سابقہ ٹویٹر) اکاؤنٹ پر بتایا کہ توسیع آج رات 11 بجے سے شروع ہوگی، اور یہ SDF کی جیلوں سے داعش کے قیدیوں کے اخراج اور عراق منتقل کرنے کے عمل کی حمایت کے لیے ہے۔ (الجزیرہ، 24 جنوری، 2026ء)

یوں اس طرح سے، SDF کا باب اور امریکہ کے چھوٹے ایجنٹ، یعنی SDF کے کمانڈر مظلوم عبدی،، کا باب بند کیا جا رہا ہے جبکہ مظلوم عبدی کو سونپا گیا مشن بھی مکمل ہو گیا تھا۔ امریکہ علامتی عہدوں کے "چھوٹے سے ریٹائرمنٹ پیکیج" کے ساتھ اس کی سروس کو ختم کر رہا ہے، جو ممکنہ طور پر عارضی ہیں۔ امریکہ خطے کے واقعات کو کنٹرول کرتا ہے اور اپنے ایجنٹوں کا کردار ختم ہونے پر انہیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے چھوڑ دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ **"خبردار! کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو یہ کرتے ہیں"**۔ [سورہ النحل: 59]

ششم: خلاصہ

یہ بات نہایت تکلیف دہ ہے کہ اپنے عوام کی ان تمام قربانیوں کے بعد جو انہوں نے حکومت بدلنے اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے دی تھیں، شام اب مکمل طور پر امریکہ کے تابع ہو چکا ہے۔ امریکہ نے اقتدار کے ایک ایسے پیچیدہ تخت کو محفوظ بنانے کے لئے سستی وفاداریاں خریدیں، جس کا مالک اقتدار میں رہنے کے لیے امریکی مفادات کی خدمت کر تا رہے، اسلام اور جہاد کو ترک کر کے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرنے سے گریز کرے، اور حتیٰ کہ دشمن کے ساتھ مقابلے سے بھی شام کو دور کر دے، اور یہ تو ایسا اقدام ہے جس کی ہمت مجرم بشار الاسد نے بھی نہ کی تھی۔

شام کا حکمران یہ بات بھول چکا ہے، یا جان بوجھ کر نظر انداز کئے ہوئے ہے، کہ اگر امریکہ کو اس سے زیادہ کارآمد کوئی اور ایجنٹ مل گیا تو امریکہ پر انحصار کرنا اسے اس کی کرسی پر باقی نہیں رکھے گا۔ اور اس کے لیے اس سے پہلے گزرے ہوئے حکمران ایک نہیں بلکہ کئی عبرتناک مثالیں ہیں، جو اس حقیقت کی بھرپور تصدیق کرتی ہیں۔ تو کیا حکمران، ان کے مددگار اور ان کے درباری، یعنی امریکہ کے ایجنٹ اس بات سے سبق حاصل نہیں کریں گے کہ امریکہ کس طرح اپنے ایجنٹوں کو گراتا ہے؟ کس طرح ان کی خدمات سے فائدہ اٹھا کر، ان کے خواب چکنا چور ہو جانے کے بعد، بغیر کسی ملال اور بغیر ایک آنسو بہائے انہیں الگ چھوڑ دیتا ہے؟ وہی حکمران جو کبھی امریکہ کی خدمت میں زمین میں فساد پھیلاتے رہے، پھر جب ان کی جگہ کوئی زیادہ فرمانبردار اور کارآمد ایجنٹ مل جاتا ہے تو امریکہ انہیں سڑک کے کنارے پھینک دیتا ہے۔

اور ایسے ہی ان ایجنٹ حکمرانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ثابت ہوتا ہے: **﴿فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ "پھر اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھا دیا، اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش کہ وہ جانتے ہوتے"۔** [سورہ الزمر:26]

08 شعبان 1447 ہجری

بمطابق 27 جنوری 2026 عیسوی

فہرست

جب کرپشن (بدعنوانی) نظامِ حکومت کا ایک آلہ بن جائے، نہ کہ محض ایک انتظامی خرابی!

استاد نبیل عبد الکریم

بدعنوانی ہمیشہ ریاست کے کھاتوں کی کوئی غلطی، اس کے انتظامی میکانزم کا کوئی نقص، یا صلاحیتوں کی کمی اور وسائل کی قلت کا نتیجہ نہیں ہوتی، جیسا کہ ریاست اکثر اپنے شہریوں کو قائل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

بعض ممالک میں بدعنوانی خود قانون سے زیادہ منظم، اداروں سے زیادہ فعال اور موجودہ طرزِ حکومت کی نوعیت کا زیادہ سچا اظہار ہوتی ہے۔ وہاں بدعنوانی پردوں کے پیچھے نہیں بلکہ کھلے عام چلائی جاتی ہے، اگرچہ اسے یہ نام نہیں دیا جاتا۔ اسے ایک ایسی خرابی کے طور پر نہیں دیکھا جاتا جس کا علاج کیا جائے، بلکہ اسے حکمرانی کے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے!

سرکاری بیانیے میں، خاص طور پر دوسروں کی پیروکار ریاستوں میں، بدعنوانی کو ایک انتظامی انحراف یا انفرادی رویہ قرار دیا جاتا ہے جو نگرانی کی کمزوری یا قوانین کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تاہم، یہ تعریف عام ہونے کے باوجود اس رجحان کی گہرائی کی وضاحت نہیں کرتی، نہ ہی یہ بتاتی ہے کہ یہ دہائیوں تک کیسے برقرار رہتا ہے، اور نہ ہی اسے ختم کرنے کی اکثر کوششوں کی بار بار ناکامی کی وجہ بیان کرتی ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ بہت سے نظاموں میں بدعنوانی کوئی اتفاقی خرابی نہیں، بلکہ حکمرانی کا ایک مرکزی آلہ ہے جسے شعوری طور پر چلایا جاتا ہے۔ اسے اشرافیہ کو قابو میں رکھنے، وفاداریوں کی دوبارہ تقسیم، اور اقتدار کی بقا کو یقینی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس تناظر میں یہ سوال پوچھنا درست نہیں کہ "ریاست کیوں ناکام ہوئی؟" بلکہ زیادہ موزوں سوال یہ ہے کہ "ریاست کی ناکامی کے باوجود نظام (Regime) بقا حاصل کرنے میں کیسے کامیاب رہا؟" اور کس طرح عوامی پیسہ خدمت کے ایک ذریعے کے بجائے کنٹرول کا ایک وسیلہ بن گیا، اور ایک انتظامی خرابی سے ایک مکمل طرزِ حکمرانی میں بدل گیا؟

اس بنیاد پر، ریاستوں کو تین اہم اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

کمزور اور پیروکار آمرانہ ریاستیں: جہاں بدعنوانی ایک متوازی نظام، بلکہ حکمرانی کی ریڑھ کی ہڈی بن جاتی ہے۔

مستحکم ریاستیں: یہ عموماً وہ بڑی ریاستیں ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت انسان ساختہ (وضعی) قانون کے تابع ہوتی ہیں، جہاں بدعنوانی ایک قانونی نظام کے اندر ایک خرابی شمار ہوتی ہے جو اصل میں مہارت کے ساتھ کام کرتی ہے۔

انہی بڑی طاقتوں کی وجہ سے تمام مسلم ممالک بدعنوانی کا شکار ہیں اور اس سے پریشان ہیں۔ بڑی طاقتیں اس بدعنوانی کو برقرار رکھتی ہیں کیونکہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ اور حکمرانوں کی اپنی تابعداری یقینی بنانے کے لیے اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتی ہیں۔

نظریاتی ریاستیں: جو بدعنوانی کی مٹی کو ہی بدل دیتی ہیں، اور اسے سرے سے پنپنے ہی نہیں دیتیں۔

ہم ہر نمونے کا باری باری جائزہ لیں گے۔

پہلا: بدعنوانی، حکمرانی کے آلے سے ایک سیاسی ماحول تک

ریاستوں کی اس قسم میں بدعنوانی پر ایک اخلاقی گناہ کے طور پر بحث نہیں کی جاتی، بلکہ اسے ایک سیاسی انتخاب اور حکمرانی کے ڈھانچے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یہ نظام طاقت کے مختلف مراکز: فوجی، معاشی، قبائلی، جماعتی یا فرقہ وارانہ مراکز کے درمیان ایک نازک توازن پر انحصار کرتے ہیں... اور چونکہ ان میں عام طور پر حقیقی ادارہ جاتی جواز کی کمی ہوتی ہے، اس لیے وہ وفاداری کو یقینی بنانے کے لیے بدعنوانی کا سہارا لیتے ہیں۔

عوامی مال پر قبضے، ٹھیکوں پر کنٹرول، اور جوابدہی سے بچنے کی اجازت دی جاتی ہے، لیکن یہ "اجازت" سب کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ سیاسی وفاداری سے مشروط ہوتی ہے۔ یہاں بدعنوانی ایک دودھاری تلوار بن جاتی ہے: وفاداروں کے لیے انعام، اور ان کے لیے بلیک میلنگ کا ایک مستقل آلہ، کیونکہ کسی بھی لمحے ان کی فائلیں کھولی جاسکتی ہیں۔

جہاں تک ان ممالک میں "بدعنوانی کے خاتمے" کی مہمات کا تعلق ہے، تو وہ اکثر اپنے آغاز ہی سے سیاست زدہ ہوتی ہیں۔ وہ نظام کے بجائے افراد کو نشانہ بناتی ہیں، اور خود نظام کے اندرونی جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ مہمات صرف اس وقت حرکت میں آتی ہیں جب طاقت کا توازن بدل جائے، یا اشرافیہ کی دوبارہ ترتیب کی ضرورت ہو، یا مخصوص فریقوں کو عبرت کا پیغام دینا مقصود ہو۔ اس طرح بدعنوانی کا خاتمہ کسی حقیقی اصلاحی منصوبے کے بجائے محض ایک سیاسی آلے میں بدل جاتا ہے۔

ان ریاستوں میں حاکم اور محکوم کے درمیان تعلق ٹیکسوں اور جوابدہی پر نہیں، بلکہ وسائل کی تقسیم پر مبنی ہوتا ہے۔ بدعنوانی کو خصوصی ٹھیکوں، درآمدی اجارہ داریوں، زمینوں، جائیدادوں اور عہدوں کی شکل میں نوازا جاتا ہے جو اہلیت کے بجائے وفاداری کی بنیاد پر لوٹ مار کے لیے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح حساس اداروں، یعنی سیکورٹی اور فوج (ریاست کا ڈنڈا) کو معاشی مراعات اور جوابدہی سے

استثنا دیا جاتا ہے۔ یہ نظام کی غفلت کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ اس لیے ہوتا ہے کیونکہ نظام کی بقا ان اداروں کے مفاد یافتہ رہنے سے وابستہ ہوتی ہے۔

جب حکمراں اشرافیہ کے اندر کوئی اختلاف پیدا ہوتا ہے، تو اچانک سوچے سمجھے انکشافات کے ذریعے بدعنوانی کے "پکے" مقدمات سامنے آجاتے ہیں، جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بدعنوانی معلوم بھی تھی اور قبول بھی، لیکن اب طاقت کے ترازو میں اس شخص کی حیثیت بدل گئی ہے۔ اکثر یہ نظام کسی بڑی طاقت سے جڑے ہوتے ہیں جس کے وہ تابع ہوتے ہیں، اور بین الاقوامی تنازعات کی صورت میں بھی صرف افراد بدلتے ہیں، نظام تبدیل نہیں ہوتا۔

اس نمونے کی نمائندگی بیشتر عرب ممالک، لاطینی امریکہ، ایشیا کے کچھ حصوں اور افریقہ کے اکثر ممالک کرتے ہیں؛ یعنی وہ ریاستیں جو ساختی طور پر دوسروں پر منحصر ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ "عرب بہار" کے ممالک یا وہ ریاستیں جہاں نظامِ حکومت میں تبدیلی آئی، وہ غالباً اپنے پرانے حالات کی طرف لوٹ گئیں، جیسے کہ مسلم ممالک میں کرپشن کو بطورِ آلۂ حکومت اور غلامی کو ایک اٹل تقدیر بنا کر پیش کرنے کے علاوہ کسی اور نمونے کے نفاذ کی اجازت ہی نہ ہو، اور مغرب اسی بات کا پختہ خواہاں ہے۔ کرپشن پر مبنی نظام بدعنوانی بڑھنے سے نہیں گرتے، بلکہ تب گرتے ہیں جب نظام "مالِ غنیمت" (مراعات) تقسیم کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے، جس سے وفاداریوں کا جال بکھر جاتا ہے اور نظام سے باہر ایک ایسی قوت ابھرتی ہے جسے کرپشن کے ذریعے قابو نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے میں غالب طاقتیں اس لہر پر سوار ہونے اور نئے چہروں کے ساتھ کرپشن کو دوبارہ جنم دینے کی کوشش کرتی ہیں، سوائے اس صورت کے جب کوئی حقیقی اور جڑ سے تبدیلی آجائے۔

دوسرا: مستحکم ریاستیں

یہ وہ بڑی ریاستیں ہیں جن کا نظامِ حکومت انسان کے بنائے ہوئے قانون پر مبنی ہے۔ ان میں بدعنوانی موجود تو ہے مگر یہ نظام کے اندر ایک انحراف (بگاڑ) کی حیثیت رکھتی ہے، نہ کہ نظام چلانے کے ایک آلے کی۔ ان میں سے اکثر ممالک میں کرپشن بے نقاب ہوتی ہے اور اس کا محاسبہ کیا جاتا ہے، اور نظریاتی طور پر وہاں نہ تو کسی کو مکمل سیاسی تحفظ حاصل ہے اور نہ ہی کوئی قانون سے بالاتر ہے۔ البتہ بڑے مفادات کے معاملے میں اس سے استثنا برتا جاتا ہے، جہاں سیاسی سرمائے، بااثر لابیوں اور سرکاری مقتدرہ سے بالاتر قوتوں (ڈیپ اسٹیٹ) کے ذریعے قانون کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ ممالک کرپشن کو جڑ سے اکھاڑے بغیر اس سے لڑنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ بدعنوانی ان مفاہمتوں پر مبنی وضعی قوانین کی تہوں میں رچی بسی رہتی ہے، جو اپنے جوہر میں "آزادیوں" کے نام پر کرپشن کی مختلف اقسام کو قانونی جواز فراہم کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد وہ سرمایہ دارانہ اصول ہے جو مذہب کو زندگی سے الگ کرنے اور معاشرے کے مقابلے میں فرد کو فوقیت دینے پر قائم ہے۔

آج ہم مستحکم ریاستوں کے زوال کی شروعات دیکھ رہے ہیں جب سرمایہ داری اپنا مفہوم کھو رہی ہے اور بین الاقوامی قانون پسند و ناپسند (انتقائی) کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ ریاستیں تین لازم و ملزوم ستونوں پر کھڑی تھیں، اور اب یہ تمام ستون بوسیدہ ہونا شروع ہو گئے ہیں:

- **منظم معیشت:** جو آج کے دور میں سرمایہ دارانہ اصولوں ہی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے پناہ مہنگائی، کساد بازاری اور پے در پے مالیاتی بحرانوں کی وجہ سے تقریباً ختم ہو چکی ہے۔
- **اندرونی قانون جو ریاست اور معاشرے کے تعلق کو منظم کرے:** یہاں ایک ایسی غیر معمولی خلیج پیدا ہو چکی ہے جس نے انتہا پسند دائیں بازو کی جماعتوں کے عروج کا راستہ صاف کر دیا ہے۔
- **بین الاقوامی قانون کی پاسداری:** جس میں واضح کمی آئی ہے، نہ صرف دوسروں پر منحصر ریاستوں کے معاملے میں بلکہ خود خود مختار ریاستوں کے درمیان بھی، خاص طور پر امریکہ کی بین الاقوامی غنڈہ گردی کے سائے میں، جس نے عالمی قانون کو بدترین حال میں پہنچا دیا ہے۔

جب ریاستیں اس نظام سے اپنی وابستگی کھونے لگتی ہیں، تو وہ اچانک نہیں گرتیں بلکہ سست رفتار زوال کا شکار ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ نام کی تو خود مختار رہتی ہیں مگر حقیقت میں کھوکھلی اور عملی طور پر تنہا ہو جاتی ہیں۔

تیسرا: نظریاتی ریاست

یہ وہ ریاست ہے جو کرپشن کی مٹی ہی بدل دیتی ہے، اور اسے سرے سے اگنے ہی نہیں دیتی۔ یہ ریاست اپنی مکمل شکل میں آج عالمی منظر نامے پر موجود نہیں، لیکن کچھ لوگ اسے دوبارہ قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان شاء اللہ، مستقبلِ قریب میں یہ ظہور پذیر ہو کر دنیا کو دکھائے گی کہ اصل حل اسی کے وجود میں چھپا تھا۔ یہ "خلافت" کی ریاست ہے جو اسلامی اصولوں کو اپنا دستور بناتی ہے، کیونکہ اسلام ایک عقلی عقیدہ ہے جس سے ایک ربانی نظام جنم لیتا ہے۔

اسلام تو کرپشن کے وجود کی ہی اجازت نہیں دیتا، پھر اسے آلۂ حکومت بنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسانی غلطی کے طور پر کرپشن کے سرزد ہونے اور اسے قانونی شکل دینے یا شعوری طور پر اپنانے میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلامی نظریے میں کرپشن ایک شرعی جرم ہے جس پر انسان سے آخرت میں بھی بازپرس ہو گی اور دنیا میں ریاست بھی اس کا محاسبہ کرے گی۔ یہ محض مال تک محدود نہیں بلکہ ظلم، عدل کی پامالی، لوگوں کے حقوق غصب کرنے اور اقتدار کو مالِ غنیمت سمجھنے کا نام ہے۔

اسلام میں اقتدار ایک امانت ہے، کوئی استحقاق یا مراعات نہیں، اور وہاں "سیاسی کرپشن" جیسی کسی چیز کا کوئی وجود نہیں، کیونکہ حاکم،خواہ وہ خلیفہ ہو یا والی، اس کا محاسبہ کیا جاتا ہے، اس سے سوال ہوتا ہے اور اسے معزول بھی کیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا، اسلامی ریاست انسانی خطاسے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی، لیکن وہ ایک ایسے طرزِ حکومت کی بنیاد رکھتی ہے جو کرپشن سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا، اور جس کی بنیاد عوام کے معاملات کی نگہبانی اور ان شرعی احکام کے نفاذ پر ہے جو انسان کے اپنے نفس، اپنے رب اور دوسروں کے ساتھ تعلقات کو منظم کرتے ہیں۔

جب اس منہج کو زندگی کے طور طریقے کے طور پر اپنا لیا جائے گا، تو زندگی سنور جائے گی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا، کیونکہ یہی دین اکیلا اس بات پر قادر ہے کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ربِ کائنات کی بندگی میں لے آئے، اور باطل نظاموں کے جبر سے نکال کر اسلام کے عدل اور اس کے نور کی طرف لے جائے۔

فہرست

ایپسٹین فائلز اور مغربی تہذیب کا زوال

أحمد الخطواني

امریکی کانگریس کی جانب سے امریکی حکومت کو مجبور کرنا اور اس کی وزارتِ انصاف کو ای پ سٹین کی بعض فائلوں کو عام کرنے پر آمادہ کرنا اکیسویں صدی عیسوی میں مغربی ممالک کا سب سے بڑا تہذیبی اسکینڈل تصور کیا جا رہا ہے۔

یہ محض کسی صدر، لیڈر یا عہدیدار سے متعلق کوئی ذاتی یا نجی سیاسی اسکینڈل نہیں ہے جیسا کہ 'واٹر گیٹ' یا 'ایران کونٹرا' اسکینڈل تھے، بلکہ یہ اپنی نوعیت میں ایک ہمہ گیر سماجی، سیاسی، اخلاقی اور اقدار کا اسکینڈل ہے۔

یہ مغرب جو ہمیشہ انسانی حقوق، عورتوں کے حقوقِ اور بچوں کے حقوق کے تحفظ کا جھوٹا دعویٰ کرتا رہا ہے، اس ہنگامہ خیز اسکینڈل نے اس کے جھوٹ کا پردہ چاک کر دیا ہے جس نے انسانیت کے بارے میں اس مغرب کے بہیمانہ، پست اور غیر انسانی نظریات کی اصلیت کو بے نقاب کر دیا ہے۔

پس مغرب انسان کو صرف ایک بے جان مادہ سمجھتا ہے جو جذبات اور اخلاق سے عاری ہو، چنانچہ وہ چند بھٹکے ہوئے، منحرف اور ظالم لوگوں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے انسان پر حیوانی تجربات کرتے ہیں۔ اور یہ مغرب، عورت کو صرف ایک سستی جنس کے طور پر دیکھتے ہیں جو غلامی کے بازاروں اور جنسی لذت کی تسکین کے لئے فحاشی کے اڈوں میں خرید و فروخت کی جاتی ہے۔ اور یہ مغرب معصوم بچے کو بھی صرف اس زاویے سے دیکھتے ہیں کہ اسے بھی انتہائی درندگی اور سنگ دلی سے اذیت دے کر تسکین کا ذریعہ سمجھا جائے۔

اس عوامی اسکینڈل میں ٹرمپ اور کلنٹن جیسے صدور، برطانیہ، سویڈن اور ناروے کے شہزادے اور شہزادیاں، بل گیٹس اور ایلون مسک جیسے ارب پتی، اسٹیفن ہاکنگ جیسے سائنسدانوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر سے سیاست دان، اداکار، گلوکار، ماہرینِ تعلیم، کاروباری شخصیات اور دیگر نامور و مشہور شخصیات شامل ہیں۔

یہ مغرب کے وہ اعلیٰ طبقے کے لوگ ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات اور گمراہیوں کے پیچھے چل پڑے اور دوڑتے ہوئے جیفری ایپسٹین کے 'شیطانی جزیرے' پر آتے جاتے رہے، جہاں انہوں نے اپنی انسانیت اور نفسیہ کو بیچ کر وہ شے خریدی جسے وہ اپنی آسائش اور خوشی سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے غیر اخلاقی عمل اور قبیح گناہ کئے اور سنگین جرائم اور حدود سے تجاوز کا ارتکاب کیا۔

یہ اسکینڈل صرف عصمت دری، کم عمر لڑکیوں کی فروخت، معصوم بچوں پر تشدد اور ان کے ساتھ زیادتی، ان کے قتل اور ان کی معصومیت کو کچلنے تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس میں انصاف اور عدلیہ کو مفلوج کرنا، عدالتوں اور قوانین کو کرپٹ کرنا، اور ایک چوتھائی صدی یا اس سے زائد عرصے تک دھوکہ دہی اور مشکوک قانونی سودے بازیوں کے ذریعے ان جرائم پر پردہ ڈالنا بھی شامل تھا۔

امریکی ریاست نے اپنے تمام اداروں اور دونوں سیاسی جماعتوں کے ساتھ ان گھناؤنے جرائم کے واضح حقائق کو چھپانے اور اس میں ملوث افراد کو ہر ممکن طریقے سے بری کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اسکینڈل اور اس سے پیدا ہونے والے جرائم پہلی بار 2005ء میں سامنے آئے تھے، لیکن اس وقت سے جیفری ای پ سٹین کے ساتھ مشکوک قانونی سودوں کے ذریعے اسے دبایا جاتا رہا، یہاں تک کہ یہ پہلی بار 2019ء میں منظرِ عام پر اس وقت سامنے آیا جب ای پ سٹین کو گرفتار کیا گیا۔ پھر اسے جیل کے اندر ہی قتل کر دیا گیا تاکہ اس کی موت کے ساتھ ہی اس اسکینڈل سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کر کے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا جائے۔ لیکن اس اسکینڈل کے پھیلے ہوئے اثرات کی وجہ سے یہ دوبارہ پھٹ پڑا، جس پر امریکی حکومت کو عوامی رائے عامہ کے دباؤ میں آکر اپنی 60 لاکھ دستاویزات میں سے بعض کو شائع کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اب تک میڈیا میں ان میں سے 30 لاکھ دستاویزات شائع ہو چکی ہیں، جبکہ ان 30 لاکھ میں سے جن کی اشاعت کی اجازت دی گئی تھی، ڈھائی لاکھ دستاویزات کو نیشنل سک ی ورٹی کے ناقص اور بے بنیاد بہانوں کے تحت شائع ہونے سے روک دیا گیا تاکہ اصل مجرموں پر پردہ ڈالا جا سکے۔

اس اسکینڈل کی وسعت کے باوجود اب تک کوئی بھی ملزم سامنے نہیں آیا، کیونکہ اس میں ملوث افراد اب بھی وسیع اختیارات کے مالک ہیں جن کی بنیاد پر وہ قوانین میں ہیرا پھیری کر سکتے ہیں، خود کو مجرم ٹھہرانے والی دستاویزات کی اشاعت روک سکتے ہیں اور لوگوں کو الجھانے اور حقائق تک پہنچنے سے روکنے کے لئے بڑی تعداد میں دوسرے من گھڑت حقائق پھیلا سکتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ایک دوسرا اسکینڈل ہے جو امریکہ میں عدالتوں، عدلیہ، میڈیا اور حکومت کی کرپشن ک و ظاہر کرتا ہے اور نام نہاد عدلیہ کی آزادی اور اختیارات کی علیحدگی کے جھوٹ کو بے نقاب کرتا ہے۔

ٹرمپ نے سیاست دانوں، عدالتوں اور میڈیا کے نمائندوں کو دھمکی دی ہے کہ اگر ای پ سٹین فائلز کی وجہ سے اسے مجرم ٹھہرایا گیا تو وہ پرانے اسکینڈلز اور ان کے مرکزی کرداروں کو بے نقاب کر دے گا۔ اس نے کہا کہ اگر اس پر کوئی مقدمہ چلایا گیا تو وہ کینیڈی اور مارٹن لوٹ ھر کے قتل کے راز اور گیارہ ستمبر کے واقعات کے حقائق ظاہر کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ بالفاظِ دیگر، وہ 'میں تو ڈوبوں گا ہی تمہیں بھی ساتھ لے ڈوبوں گا' کی پالیسی پر عمل پیرا ہے، جس سے ڈر کر وہ لوگ اس کے ساتھ ساز باز کر چکے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ لاکھوں دستاویزات کی اشاعت کے باوجود یہ کسی ملوث فرد کی گرفتاری کا باعث نہیں بنے گی کیونکہ وہی لوگ اصل حکمران اور ریاست میں بااثر ہیں۔

اور اس اسکینڈل میں جو بات شرم سے ڈوب مرنے کی اور بے عزت کرنے والی ہے، وہ عربوں اور مسلمانوں سے متعلق ہے، خاص طور پر متحدہ عرب امارات میں مقیم ایک سعودی کاروباری عورت 'عزیزہ الاحمدی' کی جانب سے جیفری ای پ سٹین کو خانہ کعبہ کے غلاف (کسوہ) کے تین ٹکڑے بطور تحفہ پیش کرنا، جنہیں سعودی عرب سے برطانوی طیاروں کے ذریعے امریکی ریاست فلوریڈا میں ای پ سٹین کے گھر بھیجا گیا تھا۔

اگرچہ اس عورت کا یہ فعل انتہائی گھناؤنا، شرمناک اور قابلِ نفرت ہے، لیکن اس کے باوجود سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے اس پر ذرہ برابر بھی توجہ نہیں دی اور نہ ہی کوئی تبصرہ کیا، حتیٰ کہ اس حوالے سے ضروری تحقیقات کرنا تک گوارا نہیں کیا۔ انہوں نے اس معاملے پر ایسا رویہ پیش کیا جیسے یہ کوئی معمولی اور جائز بات ہو، حالانکہ یہ ایک ایسا لرزہ خیز قدم تھا جس نے ان لاکھوں مسلمانوں میں شدید اشتعال پیدا کیا جنہیں اس کا علم ہوا۔ لیکن یہ ریاستیں حقیقت میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ریاستیں ہی ہیں، جنہیں نہ تو مسلمانوں کے جذبات کا کوئی پاس ہے اور نہ ہی ان کے مقدسات کی کوئی اہمیت۔

ای پ سٹین فائلوں کے بے شمار اسکینڈلز میں ایک اور ذیلی اسکینڈل بھی شامل ہے جس کا تعلق امریکی خفیہ اداروں اور موساد سے ہے، جہاں ان تمام جرائم کو ویڈیوز، ریکارڈنگز اور تحریری شکل میں محفوظ کیا جاتا تھا۔ ان ویڈیوز کی تعداد 2 لاکھ اور تصاویر کی تعداد 1 لاکھ 80 ہزار تک تھی، جبکہ لاکھوں کی تعداد میں تحریری دستاویزات اس کے علاوہ تھیں۔ یہ سب کچھ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو جرائم بھی ہو رہے تھے وہ ان ریاستوں کے خفیہ اداروں کے علم میں تھے، جن کا بنیادی مقصد ان جرائم کو روکنا یا مجرموں کو پکڑنا ہرگز نہیں تھا، بلکہ ان کا واحد ہدف ملوث شخصیات کو بلیک میل کرنا تھا۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جو یہ ادارے عام طور پر مسلم ممالک کے بہت سے سیاست دانوں کے ساتھ اپنا مطلوبہ سیاسی ایجنڈا پورا کروانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ریکارڈنگ، فلم بندی اور جاسوسی وہ معمول کے ہتھکنڈے ہیں جو مغربی انٹیلی جنس ادارے غیر ملکی سیاست دانوں کو بلیک میل کرنے اور انہیں مغربی ممالک کے آلہ کار اور کرائے کے ایجنٹ بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مغرب کا یہ ہولناک تہذیبی زوال، جس پر سے اکیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں ای پ سٹین فائلوں نے پردہ چاک کیا ہے، درحقیقت مغربی تہذیب کے جلد خاتمے اور اسلامی تہذیب کی واپسی کا پتہ دے رہا ہے، کیونکہ صرف اسلامی تہذیب ہی اقدار کے اس خلا کو پُر کرنے کی اہلیت رکھتی ہے جو انسانی فطرت اور اس کی نفسیہ کے عین مطابق نظام کی تلاش میں ہے۔

فہرست

مقبوضہ کشمیر سے ایک سچی پکار!

محمد عبد اللہ- مقبوضہ کشمیر

جس وقت پاکستان 5 فروری کو یومِ یکجہتی کشمیر کے نام پر ایک ڈرامے کی تیاری کر رہا ہے، جس میں نغمے دہرائے جاتے ہیں اور انسانی زنجیریں بنائی جاتی ہیں، تو اسے چاہیے کہ وہ ان نمائشی شور و غل سے نکل کر وادیِ کشمیر کی دم گھونٹتی خاموشی کو محسوس کرے۔ میڈیا اور انٹیلی جنس رپورٹس میں دکھائی جانے والی یہ خبریں امن نہیں، بلکہ ایک ایسی جیل کی خاموشی ہے جسے ایک مجرمانہ انتظامیہ چلا رہی ہے، جس کا نشانہ عوام کے جسم، عقل اور ایمان ہیں۔ جب پاکستانی حکمران کشمیر کے 'شہ رگ' ہونے کے گیت گاتے ہیں، تو زمین پر حقائق ایک منظم مٹاؤ کو ظاہر کر رہے ہیں، جہاں مردوں کو ان کی قبروں سے اور زندوں کو ان کی آوازوں سے محروم کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ یکجہتی کے منتظر نہیں بلکہ فوجی مداخلت اور مسلح افواج کی عملی پیش قدمی کے منتظر ہیں۔

کشمیر میں نام نہاد استحکام اور نارمل زندگی قبرستان کی خاموشی کے سوا کچھ نہیں، جسے جدید تاریخ کے بدترین انتظامی محاصرے کے ذریعے مسلط کیا گیا ہے۔ ہندو ریاست زمین پر قبضے سے آگے بڑھ کر اب مسلمانوں کے وجود کو مٹانے کی کوشش کر رہی ہے، جس میں اس کے جسم، فکر، معیشت اور دین کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ 5 اگست 2019 کو کشمیر کے یکطرفہ الحاق اور پاکستانی قیادت کے ہتھیار ڈالنے کے بعد سے، 'نیا کشمیر' کا منصوبہ کوئی ترقیاتی منصوبہ نہیں بلکہ ایک آباد کارانہ استعماری منصوبہ ہے جس کا مقصد وادیِ کشمیر کی اسلامی شناخت کو ختم کرنا ہے۔ اعداد و شمار جھوٹ نہیں بولتے، لیکن اس کے باوجود پاکستانی قیادت انہیں نظر انداز کر رہی ہے یا اپنے تنگ نظر سیاسی مقاصد کے لیے موقع پرستی کے ساتھ استعمال کر رہی ہے۔ 2019 کی غداری کے بعد سے، کشمیر کو خاردار تاروں کے پیچھے قید کر دیا گیا ہے جہاں 9 لاکھ فوجی ہر فرد کی سانسوں پر پہرہ دے رہے ہیں، ایسی قبریں ہیں جو مخالفین کو نگل رہی ہیں، اور ایسی جیلیں ہیں جو تشدد کی گونج سے بھری ہوئی ہیں۔ نوے کی دہائی سے اب تک دسیوں ہزار لوگ شہید ہو چکے ہیں، کونن اور پوش پورہ میں عصمتیں دری کی گئیں، اور جبری گمشدگیوں کے عقوبت خانوں میں پورے کے پورے خاندانوں کو ختم کر دیا گیا، اور اب خون کی کوئی قیمت نہیں رہی کیونکہ یہ ایک ایسی دنیا میں مسلمانوں کا خون ہے جو ان کے المیے سے آنکھیں پھیر چکی ہے۔

2019 کے الحاق کے بعد کشمیر کے عوام نے 550 سے زائد دن مکمل مواصلاتی بائیکاٹ اور تنہائی میں گزارے، جو ایک اجتماعی سزا تھی جس کا مقصد ان کے جذبۂ مزاحمت کو توڑنا تھا۔ عدلیہ مستقل سزا دینے کا ایک آلہ بن چکی ہے، جہاں 'غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کا ایکٹ' (UAPA) بذاتِ خود ایک سزا بن گیا ہے، جس میں سزا کی شرح 0.67 فیصد سے بھی کم ہے جبکہ ہزاروں افراد جیلوں میں سڑ رہے ہیں تاکہ ان کے حوصلے پست کیے جا سکیں۔ جہاں تک 'پبلک سیفٹی ایکٹ' (PSA) کا تعلق ہے، تو یہ ایک 'گھومنے والے

دروازے' کا نظام ہے جس کے تحت قیدیوں کو سالوں بعد رہا کیا جاتا ہے اور پھر جیل کے دروازے پر ہی نئے فیصلے کے تحت دوبارہ گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ ان جیلوں میں تشدد محض اعترافِ جرم کروانے کے لیے نہیں بلکہ عزم و ارادے کو توڑنے کے لیے ایک منظم طریقے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مسلمان نوجوانوں کے جسموں کو بجلی کے جھٹکوں اور ڈرل مشینوں سے چھیدا جاتا ہے، اور انہیں دورانِ تشدد یا تمغوں اور ترقیوں کے حصول کے لیے فرضی مقابلوں میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ محض زیادتیاں نہیں ہیں، بلکہ ایک ایسی متعصب فوج کے روزمرہ کے اقدامات ہیں جسے 'خصوصی اختیارات کے قانون' (AFSPA) کے تحت مکمل تحفظ حاصل ہے۔

ہندو غاصبانہ قبضہ تو اب مردوں کے خلاف بھی جنگ لڑ رہا ہے۔ وہ ایک زندہ مجاہد سے زیادہ شہید سے ڈرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2020 سے شہداء کے جسدِ خاکی ان کے لواحقین کے حوالے نہیں کیے جا رہے، بلکہ انہیں ان کے آبائی علاقوں سے دور بونیار کے دور افتادہ گمنام قبرستانوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ جب پروینہ آہنگر جیسی مائیں، جو لاپتہ افراد کے والدین کی تنظیم کی بانی ہیں، ان گمشدہ افراد کا ریکارڈ مرتب کرنے کی کوشش کرتی ہیں، تو ان کے دفاتر پر چھاپے مارے جاتے ہیں اور فائلیں ضبط کر لی جاتی ہیں۔ اس نام نہاد "نیا کشمیر" میں تو مردوں کا ذکر کرنا بھی ایک قابلِ سزا جرم بن چکا ہے۔ درگاہ حضرت بل جیسی مقدس مسجد کے اوپر ہندوستانی ریاست کا نشان نصب کر دیا گیا ہے، جو مسلمانوں کی تذلیل کی ایک جارحانہ کوشش ہے، جبکہ سری نگر کی جامع مسجد جمعہ کے دن بند رکھی جاتی ہے، خطیبوں کی آوازیں دبا دی گئی ہیں اور ائمہ و مبلغین کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ یہ محض شورش پسندی کے خلاف کوئی مہم نہیں بلکہ اسلام کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ ہے۔

"باجوہ ڈاکٹرائن" اور امن کا فریب: جس وقت کشمیر ڈومیسائل قوانین اور مقدسات کی پامالی کے باعث دم توڑ رہا تھا، پاکستانی حکمران اصل راستے سے بھٹک رہے تھے۔ مارچ 2021 میں جنرل باجوہ نے پالیسی کو "جیو پولیٹکس سے جیو اکنامکس" کی طرف موڑنے کا اعلان کیا، اور تجارت کے دروازے کھولنے کی خاطر ماضی کو دفن کرنے کی بات کی۔ لیکن وہ جس ماضی کو دفن کرنا چاہتے تھے، وہ خود کشمیر تھا۔ یہ کسی ریاست کی قیادت نہیں بلکہ ایک منافق تاجر کی ذہنیت ہے جو مسلمانوں کی لاشوں پر سوداگری کرتا ہے۔ کشمیر کا مقدمہ فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (FATF) کی گرے لسٹ کی شرائط اور آئی ایم ایف (IMF) کے دباؤ کا یرغمال بن کر رہ گیا، یوں آزادی کے مقصد کو "مالی استحکام" کے نام پر بیچ دیا گیا۔ پاکستان کے ایٹمی طاقت ہونے کے فخر کے باوجود، بھارت کو کشمیر ہڑپ کرنے سے نہ روکا جا سکا۔ اس کے جواب میں "تیس منٹ کا احتجاج" ایک مذاق تھا، جو محض عوامی غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک ایسی سیاسی چال تھی جس میں کوئی عملی قدم شامل نہیں تھا۔ بیانات جاری ہوئے، او آئی سی (OIC) کے اجلاس ہوئے اور پھر سب اپنے اپنے دسترخوانوں پر لوٹ گئے، جبکہ کشمیری مسلمان اس پورے ڈرامے کو جیلوں، عقوبت خانوں اور خاموش قبرستانوں سے اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہے

ہیں جنہیں چھروں (pellets) سے اندھا کر دیا گیا ہے۔ آج 5 فروری کو یومِ یکجہتی کشمیر محض ایک قومی رسم بن کر رہ گیا ہے، جس میں نغمے گائے جاتے ہیں اور انسانی زنجیریں بنائی جاتی ہیں۔

لاوارث قیدی کا چیلنج: تمام تر بے وفائیوں اور غاصبانہ مظالم کے باوجود، مقبوضہ سرزمین پر کشمیری مسلمان کی روح ہی واحد آزاد عنصر ہے۔ ہندو ریاست نے سوچا تھا کہ آرٹیکل 370 کو ختم کر کے اور وادی میں ہندو افسر شاہی کو مسلط کر کے وہ زمین کی شناخت بدل دے گی، لیکن وہ اپنے اعترافات میں خود ناکام رہی۔ مئی 2025 میں پاکستانی افواج اور ہندوستانی فوج کے درمیان ہونے والی مختصر جنگ کے دوران، کشمیری عوام نے ہاتھ اٹھا کر پاکستانی طیاروں کی کامیابی کی دعائیں مانگیں اور ان معرکوں پر ایسے ہی خوش ہوئے جیسے کھیلوں میں فتح پر ہوتے ہیں، جس سے انہوں نے غاصب کی شناخت کو یکسر مسترد کر دیا۔ لیکن 5 فروری 2026 کا دن بھی اپنے ماضی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہو گا، سوائے اس کے کہ اس امت کے سچے بیٹوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے سامنے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں، اور فوجی قوت رکھنے والوں میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو دلوں میں محض باتوں کے بجائے کچھ کر گزرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ یہ پکار ان جرنیلوں کے لیے نہیں ہے جو مغربی سفارت کاروں کے ساتھ گالف کھیلتے ہیں، بلکہ ان افسران کے لیے ہے جو رات کی تاریکی میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اپنے عہد اور جہاد کو یاد رکھتے ہیں۔

اے پاک فوج کے مخلص افسرو! آپ ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو استعماری سرحدوں کو تسلیم نہیں کرتے، اور جب محمد بن قاسم سندھ کے ساحلوں پر کھڑے ہوئے تھے تو انہوں نے کسی طاغوتی کونسل کے فیصلے کا انتظار نہیں کیا تھا، پھر آپ سلامتی کونسل سے اجازت ملنے کا انتظار کیسے کر سکتے ہیں؟! انہوں نے معاشی اشاریوں سے مشورہ نہیں کیا تھا، بلکہ وہ راجہ داہر کے ظلم کے خلاف ایک مسلمان عورت کی پکار پر اسے بچانے کے لیے نکل پڑے تھے، اور آج کشمیر میں چالیس لاکھ مسلمان بہنیں پکار رہی ہیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا﴾ **"اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے رہنے والے ظالم ہیں" (سورۃ النساء: آیت 75)**

ان 'رویبضہ' (نااہل و خائن) حکمرانوں نے آپ کے ساتھ غداری کی ہے، کیونکہ انہوں نے واشنگٹن کے احکامات کے سامنے سر جھکا دیا ہے، اور وہ اللہ کے خوف سے زیادہ پابندیوں کی فہرست (گرے لسٹ) سے ڈرتے ہیں، انہوں نے آپ کو استعمار کی کھینچی ہوئی سرحدوں کا چوکیدار بنا دیا ہے، اور "اسلام کی تلوار" کو امریکہ کی ڈھال میں بدل دیا ہے۔ ستر سالوں سے وہ "کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے" کا نعرہ لگا رہے ہیں، لیکن انہوں نے اسے ہمیشہ صرف ایک نعرے کے طور پر استعمال کیا ہے، حقیقت کے طور پر نہیں۔ اور جب نئی دہلی نے

2025 کے پہلگام تصادم کے بعد سندھ طاس معاہدہ معطل کیا، تو یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے اس شہ رگ کو تجارتی مفادات کے عوض بیچ دیا، یہ بھول کر کہ شہ رگ کے بغیر جسم تجارت نہیں کرتا بلکہ خون بہنے سے مر جاتا ہے۔

اے سچے افسرو! یہ استحکام محض ایک جھوٹ ہے، امن کا عمل ایک جال ہے، اور جس امن کی یہ تشہیر کر رہے ہیں وہ قبرستانوں کی خاموشی ہے۔ تاریخ یہ کبھی نہیں لکھے گی کہ پاکستان کشمیر کو کسی معرکے میں ہارا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسے بند کمروں میں قرضوں اور سفارتی چاپلوسی کے عوض دشمن کے حوالے کیا گیا ہے۔ جب آپ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے، تو آپ میں سے کسی سے اس کے عہدے یا تنخواہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ اس خاموشی کی وجہ پوچھی جائے گی جو بھائیوں کی پکار پر اختیار کی گئی تھی۔ اپنی ان فوجی وردیوں کو دیکھیں، یہ نمائشی پریڈوں کے لیے نہیں ہیں، بلکہ امت کی حفاظت کے لیے کفن ہیں۔ تاریخ کو یہ مت لکھنے دیں کہ جب شہ رگ کٹ رہی تھی تو آپ جلاد کو سلامی دے رہے تھے۔ واشنگٹن کی سیاست کو مسترد کر دیں، اور اس 'باجوہ ڈاکٹرائن' کو پاش پاش کر دیں جو خون پر تجارت کو ترجیح دیتی ہے۔ آپ کے پاس طاقت ہے، آپ کے پاس دین ہے، اور آپ پر شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور آپ اللہ کے حضور کسی سیاسی دستاویز کے ساتھ نہیں پیش ہوں گے، بلکہ اللہ کی راہ میں جہاد کی خاک سے اٹے ہوئے قدموں کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

ان ایجنٹ قیادتوں نے امت کو زنجیروں میں جکڑ دیا ہے، اور حزب التحریر آپ کو بار بار پکار رہی ہے کہ ان زنجیروں کو توڑ دیں اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے اس کی مخلص قیادت کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں۔ آپ کے پاس قوت کی چابی ہے، اسے امت کی جیل کو مقفل کرنے کے لیے نہیں بلکہ فتح کے دروازے کھولنے کے لیے استعمال کریں۔ اس دور کے 'انصار' بنیں اور خلافت کی اس ڈھال کو واپس لائیں جس کی خوشخبری ہمارے نبی ﷺ نے دی تھی۔

یہ ایک مقبوضہ اسلامی سرزمین کی طرف سے ایک سچی پکار ہے۔

فہرست

خلافت بلوچستان کے عوام کو اسلامی عقیدے کی بنیاد پر یکجا کرے گی، نہ کہ آج کے حکمرانوں کی مانند، طاقت اور جبر کے ذریعے!

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

بلوچستان میں حالیہ حملے اپنے پھیلاؤ، شدت اور دائرہ کار کے لحاظ سے پچھلے کئی دہائیوں کے شدید ترین حملے تھے، جو 29 جنوری سے علیحدگی پسندوں کی جانب سے بلوچستان کے کم از کم نو اضلاع میں بیک وقت کیے گئے۔ یہ حملے مختلف سیکیورٹی تنصیبات، فوجی چوکیوں، پولیس اسٹیشن، جیل، ضلع انتظامیہ کے دفاتر، بینکس سمیت مختلف ریاستی اداروں پر کیے گئے، ان حملوں اور اس کے خلاف آپریشن میں مجموعی طور پر کئی سو افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اب جب کہ ان حملوں اور اس کے خلاف جوابی آپریشن کو قریبا ایک ہفتہ گزر چکا ہے، تو وقت آ چکا ہے کہ اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور و غوض کیا جائے۔ حزب التحریر اس سلسلے میں تمام اسٹیک ہولڈرز کے سامنے یہ تین اہم نکات رکھنا چاہتی ہے۔

اولاً: جمہوری نظام، جو اکثریت کو اقلیت پر فوقیت دیتا ہے، کے باعث سب سے کم آبادی والے صوبے بلوچستان کو دہائیوں سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ نومبر 2025 میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ ڈسٹرکٹ ولنریبیلٹی انڈیکس آف پاکستان (District vulnerability index of Pakistan – DVIP) نامی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کے 20 سب سے پسماندہ ضلعوں میں سے 17 اکیلے بلوچستان میں ہیں۔ حکومت کی اپنی یہ رپورٹ ان کے اپنے سیاسی پروپیگنڈے کی قلعی کھول دیتی ہے جس کے ذریعے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بلوچستان کی ترقی پر کثیر فنڈز خرچ کر کے وہاں کے عوام کی محرومیوں کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ دستیاب فنڈ کا بیشتر حصہ سیاسی وفاداریوں کو خریدنے اور ایک چھوٹے اشرافیہ کی کرپشن کی نظر ہو جاتا ہے۔ جبکہ بلوچستان سونے، چاندی، تانبے، تیل و گیس، آبی و دیگر وسائل کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ لیکن اسلام کے احکامات سے روگردانی کر کے ان وسائل کا فائدہ بھی بڑی بڑی کمپنیوں اور ایک چھوٹے اشرافیہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ اسلام کی رو سے یہ تمام وسائل ملکیت عامہ ہیں اور اس کا فائدہ تمام لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ ان وسائل کو نہ تو نجکاری کے ذریعے سیٹھوں کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ریاست اس کی مالک ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **<<النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: الْمَاءِ، وَالْكَلَأِ، وَالنَّارِ>> "لوگ تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: پانی، چراگاہیں اور آگ۔" (ابی داؤد، ابن ماجہ)**

اسلام واحدانی نظام کے اصول پر قائم ہوتا ہے نہ کہ وفاقی بنیاد پر۔ وفاقی بنیاد سے ہر صوبہ اپنے وسائل کا مالک ہوتا ہے، جس کی خلاف ورزی کی بنیاد پر بلوچ علیحدگی پسند ہتھیار اٹھا کر ریاست سے لڑ رہے ہیں، جبکہ اسلام کی رو سے پوری ریاست میں ہر جگہ پر موجود معدنیات اور تیل و گیس کے وسائل، سمندر، دریا وغیرہ ریاست کے تمام افراد کی مشترکہ ملکیت میں شمار ہوں گے، جس سے تمام لوگوں کو یکساں فائدہ اٹھانے کا حق دیا جاتا ہے۔ پس اس بنیاد پر خیبر پختون خواہ، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور دیگر علاقوں کے ایسے وسائل اسی طرح بلوچوں کی ملکیت ہیں، جس طرح بلوچستان میں موجود وسائل دیگر شہریوں کے۔ اسلام اپنے عادلانہ نظام کی بدولت تمام علاقوں کو یکساں ترقی دے کر ان پسماندہ علاقوں کے لوگوں کی احساس محرومی کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسلام کے ان احکامات سے روگردانی کر کے بلوچستان کو علیحدگی پسندوں اور ان کے پیچھے موجود غیر ملکی استعمار کے لیے ترنوالہ بنا دیا گیا ہے۔

دوم :پاکستانی قومیت، جو وطن پرستی کی ایک شکل ہے، کی بنیاد پر بلوچ قومیت کے بیانیے کو شکست دینا ممکن نہیں۔ بلوچ مسلمانوں، بلکہ ساری مسلم دنیا کو صرف اسلامی عقیدے کی بنیاد پر ہی اکٹھا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش اور عرب کے منتشر قبائل کو، جو نسلی، لسانی اور جاہلی عصبیت میں کسی بھی قوم سے آگے تھے، ایک اسلامی عقیدے میں پرو کر یکجا کر دیا تھا، یہاں تک کہ سینکڑوں اقوامِ اس عقیدے کے باعث ایک ریاست خلافت میں یکجا ہو گئیں۔ بلوچ مسلمانوں کو اسلامی عقیدے سے جوڑا جا سکتا تھا، لیکن حکمرانوں نے اس بنیاد کو پس پشت ڈال دیا۔ پاکستانی قوم پرستی کی بنیاد پر بلوچ مسلمانوں کو جوڑنے میں مسلسل ناکامی نے سیکولر، فاشسٹ حکمرانوں کو جبر، طاقت اور تشدد کے راستے پر گامزن کر دیا۔ جبری گمشدگیوں، اغوا، سیاسی اراکین کو قید و بند کرنا، مظاہرین کے خلاف پر تشدد کارروائیاں، بلوچ سیاسی ورکروں کے خلاف ریاستی کریک ڈاؤن نے مجموعی طور پر بلوچ مسلمانوں کو ریاست سے متنفر کر دیا ہے، حالانکہ اگر ریاست سیاسی شعور سے کام لیتی تو اسے بلوچ علیحدگی پسندوں کو تنہا (isolate) کرنا چاہیے تھا، لیکن حکمرانوں نے احساس محرومی اور ریاست کے رویے سے نالاں عام بلوچ مسلمانوں پر بھی 'ہارڈ اسٹیٹ' کی پالیسی لاگو کر کے انہیں علیحدگی پسندوں کی جانب دھکیل دیا ہے، اور علیحدگی پسندوں کے پروپیگنڈے کو کامیاب کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یوں انہوں نے معاملہ سلجھانے کے بجائے مزید بگاڑ دیا۔ جغرافیائی وطن پرستی کا نظریہ انتہائی کمزور اور ایک عارضی جذبہ ہے، جس کی حیثیت خطرے کی صورت میں ایک غیر شعوری ردعمل سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ریاست کا بلوچ سیاسی ورکروں کے ساتھ رویہ انتہائی ظالمانہ ہے، جو اسلام کی رو سے جائز نہیں۔ اسلام کی رو سے خلیفہ مسلمانوں کا مسؤل ہے، جو اسلامی احکامات کو سیاسی شعور کے ساتھ نافذ کرتا ہے، اور اپنی رعایا کے ساتھ حکمت، تدبر، نرمی اور برداشت سے کام لیتے ہوئے ان کی وفاداری کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا: ﴿مُّحَمَّدٌ

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔" (سورۃ الفتح: آیت 29)۔

موجودہ سیکولر سیاسی و فوجی قیادت کی پالیسیاں عملاً بلوچستان کے معاملات کو سنگین سے سنگین تر بنا رہی ہیں۔

سوم: مسلمانوں کی سرزمین کو تقسیم کرنا صریحاً حرام اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین کے ساتھ غداری ہے۔ بلوچ قوم پرستی اسلامی عقیدے سے براہ راست متصادم ہے۔ اسی طرح نسلی اور لسانی بنیاد پر بلوچ علیحدگی پسندوں کی جانب سے دیگر قومیتوں کے افراد کا بہیمانہ قتل، ان پر حملے، یا صرف بلوچ لوگوں کی آبادکاری کی اجازت صریحاً حرام اور ظالمانہ اقدامات ہیں۔ ریاستی مظالم اور جابرانہ پالیسیوں پر بلوچ مسلمانوں کا غصہ بالکل بجا ہے، لیکن یہ امر بلوچ مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈال کر بلوچ قوم پرستی کی پکار پر لبیک کہیں۔ بلوچ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ حرام قوم پرستی کے نام پر اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے افضل قوم یا نسل اور دیگر مسلمانوں کو کمتر سمجھیں۔ کسی حکمران کا ظلم مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کو تقسیم کر کے مزید کمزور اور کفار کے لیے ترنوالا بنا دیں۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ظالم حکمران کا ہاتھ روکیں، برملا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں، اور حکمرانوں کے ظلم کے باوجود حق بات بیان کریں۔ بلوچ مسلمان عزت دار اور غیرت مند مسلمان ہیں، وہ اسلامی عقیدے کے محافظ اور علمبردار ہیں، ان کی عظیم تاریخ اور کردار ان کو اس چیز کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایک ایسے راستے کو اختیار کریں جسے اللہ اور اس کے رسولِ ﷺ نے جاہلیت کی پکار گردانا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قران پاک میں فرمایا: **﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا، باخبر ہے۔"** (سورۃ الحجرات، آیت 13)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **<<مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ، يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً، فَقُتِلَ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ>> "جو شخص اندھے (جاہلی) جھنڈے کے نیچے لڑا، قومیت یا تعصب کی طرف بلاتا رہا، یا تعصب کی حمایت میں لڑا، پھر وہ مارا گیا، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔"** (صحیح مسلم)۔

اے بلوچ مسلمانو!

اپنے شرعی حقوق کیلئے اسلام کے جھنڈے تلے متحد ہو جاؤ اور ان جابر حکمرانوں کے خلاف، خلافت علیٰ منہاج النبوہ کے قیام کیلئے حزب التحریر کا ساتھ دیں۔ بلوچستان کی صورتحال ایک بار پھر ہم سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اسلامی ریاست خلافت قائم کریں، جو دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ بلوچستان کے مسئلے کو حل کرے گی، امت کو وحدت بخشے گی، لوگوں کے حقوق پورے کرے گی، اور صرف علاقائی قوم پرستی نہیں بلکہ ان نام نہاد بین الاقوامی بارڈروں کو بھی مسمار کر کے مسلمانوں کو وحدت بخشے گی۔ یہ قوم پرستی کا ناسور ہے جس کے ذریعے کافر استعمار نے اولاً عربوں اور ترکوں کو لڑایا، بالکان کے علاقے مسلمانوں سے کاٹے، اور پھر مسلمانوں کو مزید ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کیا یہ افغان اور پاکستانی قوم پرستی نہیں جس نے دو بھائیوں کو تقسیم کیا ہوا ہے، اور جس کو حکمران مسلسل ہوا دے رہے ہیں۔ یہ اسلامی عقیدے کی بنیاد پر قائم ہونے والی دوسری خلافت راشدہ ہی ہو گی جو اس امت کو دوبارہ وحدت بخشے گی اور تمام لوگوں کو یکساں حقوق دے گی۔

فہرست

حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی طرف سے اپنے صفحات کے معزز زائرین کے نام شہر رمضان المبارک 1447ھ بمطابق 2026ء کی آمد پر مبارک باد

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

دعوت کے معزز حاملین کی جانب، جنہیں نہ تجارت اور نہ خرید و فروخت، العزیز اور الحکیم اللہ کے ذکر سے غافل کرتی ہے...

صفحے کے معزز زائرین کی جانب، جو اس خیر کی طرف متوجہ ہیں جسے یہ اپنے ساتھ لاتا ہے...

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تمام تعریفیں للہ کے لیے ہیں، اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، اور ان کی آل اور صحابہ پر، اور ان سب پر جنہوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد:

میں اللہ سبحانہٗ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے روزے اور قیام کو قبول فرمائے اور ہم سب کے پچھلے گناہوں کو بخش دے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا، جسے بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» "جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے"**

اور ایک اور روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» "جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے"**

معزز بھائیو: اللہ سبحانہٗ نے ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے مہینے میں رمضان کے روزے فرض کیے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا: **﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والی واضح نشانیاں رکھتا ہے"** (سورۃ البقرۃ: آیت 185)

یہ وہ مہینہ بھی ہے جس میں اللہ نے امت کو نصرت اور فتحِ مبین سے سرفراز کیا۔ چنانچہ سترہ رمضان کو غزوۂ بدرِ کبریٰ پیش آیا جس میں مکہ کے مشرکین کو بڑی شکست ہوئی... پھر اس مبارک مہینے میں دیگر فیصلہ کن معرکے بھی ہوئے، جن کا آغاز آٹھ ہجری کے بیس رمضان کو فتحِ مکہ سے ہوا، پھر معرکہ بویب "جو موجودہ شہر کوفہ کے قریب ہے" جو فارس کا یرموک تھا، جس میں مسلمانوں نے مثنیٰ کی قیادت میں بارہ رمضان تیرہ ہجری کو فتح حاصل کی، پھر دو سو تیئیس ہجری کے سترہ رمضان کو معتصم کی قیادت میں فتحِ عموریہ ہوئی، اور چھ سو اٹھاون ہجری کے پچیس رمضان کو معرکہ عین جالوت ہوا جس میں مسلمانوں نے تاتاریوں کو شکست دی... اور اس مبارک مہینے میں دیگر کئی فتوحات بھی ہوئیں...

یوں روزہ قرآنِ کریم کے ساتھ جڑا ہوا ہے، وہ قرآن جس کے پاس نہ آگے سے باطل آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے... روزہ فتح اور نصرت کے ساتھ جڑا ہوا ہے... روزہ جہاد کے ساتھ جڑا ہوا ہے... روزہ اللہ کے احکام کے نفاذ کے ساتھ جڑا ہوا ہے... اور ہر صاحبِ نظر و بصیرت نے جان لیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، چاہے وہ عبادات ہوں یا جہاد، معاملات ہوں یا اخلاق و سلوک، یا حدود و جرائم... سب ایک ہی سرچشمے سے نکلتے ہیں۔ جو شخص کتابِ کریم کی آیات اور احادیثِ مبارکہ کے نصوص میں غور کرے، اسے یہ بات واضح اور روشن نظر آتی ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام ہے جو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں ہوتا، اور اس کی دعوت ایک ہی ہے کہ اسے ریاست، زندگی اور معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ پس جو اللہ کی آیات کے درمیان جدائی ڈالے، اور دین کو زندگی سے جدا کرے، یا دین کو سیاست سے الگ سمجھے، اس نے بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم کیا، جو اسے دنیا کی رسوائی اور آخرت کے دردناک عذاب تک لے جاتا ہے۔

اے مسلمانو: میں تمہیں یہ سب کچھ ان دنوں میں یاد دلا رہا ہوں جب مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ غزہ پر یہود کا وحشیانہ ظلم جاری ہے، پھر یہود کی جارحیت لبنان اور شام تک پھیل گئی ہے... وہ مسلمانوں کی سرزمینوں میں دندناتے پھرتے ہیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ اور بجائے اس کے کہ حکمران مسلمانوں کی افواج کو حرکت میں لاتے تاکہ وہ یہود کے وجود سے لڑیں، ایسی جنگ کریں کہ اس کے پیچھے والوں کو بھی منتشر کر دیں اور اس مبارک سرزمین کو آزاد کرائیں... اس کے برعکس ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ یہود کے ساتھ پے در پے معاہدے کرتے ہیں، بلکہ طاغی ٹرمپ انہیں جمع کر کے ذلیل کرتا ہے اور وہ اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین سے بھی حیا نہیں کرتے!

اے مسلمانو: یہود سے جنگ، ان کا قتل اور ان کے وجود کا خاتمہ، اس جبر کی بادشاہت اور ایجنٹ حکمرانوں کے دور کے بعد ایک راشد اور مجاہد خلیفہ کی قیادت میں لازماً ہو کر رہے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ کی بشارت اپنے وقت پر ان شاء اللہ ضرور پوری ہو گی، جیسا کہ احمد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا: «**ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ**

يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ» "پھر جبر کی بادشاہت ہوگی، وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اسے اٹھالے گا جب چاہے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہوگئے۔"

اور اسی طرح اس حدیث کے مطابق جسے مسلم نے روایت کیا: **«لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ...» "تم ضرور یہود سے قتال کروگے اور انہیں قتل کروگے..."**

اور آخر میں، جس طرح ہمیں روزہ رکھنے کی حرص ہونی چاہیے تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو اور ہمارے پچھلے گناہ بخش دے، اسی طرح ہمیں اسلامی زندگی کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے خلافتِ راشدہ کے قیام کی جدوجہد پر بھی حریص ہونا چاہیے، تاکہ ہم دنیا میں اللہ کے احکام کے نفاذ کے ذریعے کامیاب ہونے والوں میں شامل ہوں، رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے، رایۃِ عقاب، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کے سائے تلے رہنے والے ہوں۔ اور آخرت میں بھی اللہ کے سائے تلے، اللہ کے اذن سے کامیاب ہوں، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، پس ہم دونوں جہانوں میں کامیابی پائیں، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آپ کا محبت کرنے والا بھائی، عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

یکم رمضان 1447ھ بمطابق 18/02/2026ء

فہرست

نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت وجہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالی نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرکے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)۔